



ادارہ اشاعت مجلس اعلیٰ پاکستان
پنجاب، لاہور

۲

قطعَات، رُباعِیات ترکیبِ بد، ترجیحِ بد مُخمس

میرزا اسد اللہ خان غالب

باہتمام

غلام رسول

قطعات رباعیات
ترکیب در ترجیع بند
مختص

طابع : سید انصار الحسن رضوی
مطبع : مطبع عالیہ ، ۱۲۰/۵ حبیب نظامی روڈ ، لاہور



ملفوظات مجلس اراکِ نظامت
پنج سالہ راجدھانی، لاہور

۲

قطعات، رباعیات ترکیبند، ترجیع بند محمس

میرزا اسد اللہ خان غالب

باہتمام

غلام رسول مہ

مجلس یادگارِ غالبؔ

☆

صدرِ مجلس

پروفیسر علی محمد خان ستارہ پاکستان وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور
ستارہ امتیاز

ارکان

جناب عبد الرحمن چغتائی لاہور

مولانا غلام رسول مہر لاہور

پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ سابق صدر شعبہ فلسفہ اسلامیہ کالج رسول الائنز لاہور

سید امتیاز علی تاج، سیکرٹری مجلس ترقی ادب لاہور

مولانا حامد علی خان، مدیر مؤسسہ مطبوعات فریملکن لاہور

کیپٹن عبد الواحد مؤسسہ مطبوعات فریملکن لاہور

ڈاکٹر جسٹس ایس اے رحمن، سابق چیف جسٹس پاکستان لاہور

پروفیسر ڈاکٹر قاضی سعید الدین احمد صدر شعبہ امور طلباء پنجاب یونیورسٹی لاہور

گروہ کیپٹن سید فیاض محمود ناظم شعبہ تاریخ ادبیات پنجاب یونیورسٹی لاہور

پروفیسر ڈاکٹر سید عبد اللہ صدر دائرۃ المعارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام ناظم ادارۃ ثقافت اسلامیہ لاہور

پروفیسر اکرم محمد باقر، پرنسپل نیورسٹی اور سنٹرل کالج و صدر شعبہ فارسی پنجاب نیورسٹی لاہور
سید قاری عظیم غالب، پروفیسر اردو پنجاب نیورسٹی لاہور

سید وزیر الحسن غابدی، ریڈر شعبہ فارسی پنجاب نیورسٹی لاہور
جناب احمد ندیم قاسمی، مدیر مجلہ فنون لاہور

پروفیسر اکرم عبادت بریلوی، صدر شعبہ اردو پنجاب نیورسٹی لاہور
جناب صفدر میر، روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور

پروفیسر اکرم محمد اجمل، صدر شعبہ نفسیات گورنمنٹ کالج لاہور
پروفیسر اختر اقبال کمالی، شعبہ انگریزی اسلامیکالج رسول ٹائمز لاہور

ڈاکٹر وحید قریشی، ریڈر شعبہ اردو پنجاب نیورسٹی لاہور
جناب انتظار حسین، روزنامہ مشرق لاہور

جناب اقبال حسین، شعبہ تاریخ ادبیات پنجاب نیورسٹی لاہور
مفتاح

ڈاکٹر آفتاب محمد خان، جوائنٹ سیکرٹری وزارت اعلیٰ تعلیم و نشریات حکومت پاکستان کراچی
ڈاکٹر عبد الشکور احسن، ریڈر شعبہ فارسی پنجاب نیورسٹی لاہور

نائب مفتاح

سید سجاد باقر ضوی، لیکچرار انگریزی، نیورسٹی اور سنٹرل کالج لاہور

پیش لفظ

مجلس یادگار غالب کا قیام پنجاب یونیورسٹی کے ایک فیصلے کے مطابق عمل میں آیا اور پروفیسر حمید احمد خاں صاحب اس کے صدر مقرر ہوئے۔ مجلس نے غالب کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے جو کتابیں شائع کرنے کا منصوبہ بنایا تھا انہیں میں غالب شناسوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

یونیورسٹی کے ایک اور فیصلے کی رُو سے شعبہ اردو میں کرسی غالب قائم ہوئی۔ میں مسرت کے ساتھ اعلان کر رہا ہوں کہ اس اسمی پر پروفیسر سید وقار عظیم کا تقرر کیا جا چکا ہے۔

(پروفیسر) علامہ الدین صدیقی

وائس چانسلر، جامعہ پنجاب

لاہور

سینٹ ال

۱۹۶۹ء

اعتراف



فروری ۱۹۶۹ء میں مرزا غالب کی وفات پر ایک سو پرس پورے ہوئے ہیں۔ اس موقع کی مناسبت سے پنجاب یونیورسٹی نے شاعر کی عظمت کے اعتراف کے طور پر نصف شعبہ اردو میں ایک پروفیسر کی نئی اسامی (کرسٹی ٹیچر) قائم کی ہے، بلکہ مجلس یادگار غالب کے تعاون سے ایک سلسلہ مطبوعات شائع کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

مجلس یادگار غالب کے قیام کی تحریک جنوری ۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر آفتاب احمد خان نے کی۔ وہ مجلس کے پہلے مقرر اور سید سجاد باقر رضوی شریک مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر آفتاب احمد خان کے لاہور سے ڈھاکہ کے منتقل ہوجانے پر ڈاکٹر عبد الشکور احسن مجلس کے دوسرے مقرر قرار پائے۔

اواخر ۱۹۶۹ء میں جب ہمارا سلسلہ کتب طباعت کے مرحلے میں داخل ہوا تو صدر مجلس کو ڈاکٹر محمد باقر کی مسلسل اعانت اور مشورہ بھی قدم قدم پر میسر رہا۔ جن ارباب فکر و نظر نے مجلس کی درخواست پر اس سلسلہ کتب کی ترتیب تالیف یا تصنیف میں حصہ لیا ان میں سے ہر ایک کا نام متعلقہ کتاب کے سرورق

کی زینت ہے مجلسِ یادگار غالب کے ارکان کے ناموں کی پوری فہرست
اس کتاب کے شروع میں الگ شائع کی جا رہی ہے۔

مجلس کے سلسلہ مطبوعات میں سب سے پہلے مرزا غالب کی تصانیف آتی
ہیں جو اردو اور فارسی نظم و نثر پر مشتمل ہیں۔ یہ تصانیف نفسِ مضمون کی رعایت
سے یا موزونی ضخامت کا لحاظ کر کے مختلف جلدوں میں تقسیم کر دی گئی ہیں۔
ان سب کتابوں پر موصوفین نے دیباچے لکھے ہیں اور حسبِ ضرورت حواشی کا
اضافہ بھی کیا ہے۔ نیز جہاں تک ممکن ہو سکا دستیاب وسائل کی مدد سے
ہر متن کی تصحیح کی ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ مرزا غالب کی تصانیف میں
سے کوئی کتاب رذہ بجائے چنانچہ ان کی بعض نگارشات جو مورِ زمانہ
سے تقریباً ناپید ہو چکی تھیں، اب پھر اہل نظر کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہیں
دیوانِ غالب کا نسخہ حمید، جسے صدر مجلس نے مرتب کیا ہے، ایک پہلے
فیصلہ کے مطابق مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور، کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔
غالب کی صرف ہی ایک کتاب مجلسِ یادگار غالب کی مطبوعات میں شامل نہیں
مرزا غالب کی تصانیف کے علاوہ مجلس کی مطبوعات میں وہ کتابیں
بھی شامل ہیں جن میں اس یگانہ روزگار کے شخصی، فنی اور فکری کمال کا اعلا
کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو انگریزی دان لوگ اردو نہیں جانتے نہیں

غالب کے فکر و فن سے متعارف کرنے کے لئے ایک مفصل کتاب انجمن نربان میں شائع کی جا رہی ہے۔ ایک اور کتاب میں غالب پر شائع شدہ مواد کے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ پھر اس سوال کا جواب کہ میں نے غالب سے کیا پایا ایک تیسری کتاب کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ اس میں متعدد غالب شناس حضرات کے ذاتی تاثرات جمع کئے گئے ہیں۔ اسی طرح ایک اور مجموعے میں گذشتہ ایک سو برس کی تنقید غالب کا خاکہ اقبالیات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ کتابیں فروری ۱۹۶۹ء میں شائع ہو رہی ہیں۔ گویا ان کی تاریخِ اِخت سے مرزا غالب کی حیاتِ بعدِ ممات کی دوسری صدی شروع ہوتی ہے مجلس کو یقین ہے کہ اس دوسری صدی میں غالب کے قبولِ عام کی سرحدیں کچھ اور وسیع ہو جائیں گی۔ خدا کرے کہ دُنیا کو ہندوستانی تہذیب کے آخری ترجمان سے روشناس کرانے میں مجلس کی یہ سعی راجگان نہ جائے۔

حمید احمد خاں
صدر مجلس یادگار غالب
جامعہ پنجاب، لاہور

سینیٹ ہال
فروری ۱۹۶۹ء

دیباچہ

میرزا غالب کے فارسی قطعات ، رباعیات ، لوحوں ، ترکیب بندوں وغیرہ کے اس مجموعے کی ترتیب چند ضروری گزارشوں کی متقاضی ہے ۔

۱ ۔ اس میں مندرجہ بالا اصنافِ سخن کی تمام چیزیں یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔

۲ ۔ قطعات و رباعیات میں کلیاتِ نظمِ فارسی کی ترتیب کو بدلنا اس لیے مناسب نہ سمجھا گیا کہ اول تو یہ ترتیب خود میرزا غالب نے مناسب قرار دی تھی اور اس میں ایک گونہ تبرک کا پہلو بھی ہے ۔ دوم کلیات ۱۸۶۳ع میں چھپا تھا ۔ جس ترتیب کو سو سال سے بھی زیادہ مدت گزر چکی ہے اور خوانندگانِ کرام اس سے متعارف چلے آ رہے ہیں ، اسے بدلنے سے متعارف شے ایک حد تک غیر متعارف بن جاتی ہے ۔ میرزا نے قطعات بنی بڑے اور چھوٹے مخلوط رکھے تھے اور رباعیات میں حروفِ تہجی کی ترتیب ضروری قرار نہیں دی تھی ۔ یہ سب کچھ اسی صورت میں باقی رکھا گیا ہے ۔

۳ ۔ پیش نظر مجموعے میں سب سے پہلے کلیاتِ نظمِ فارسی کے قطعات ہیں ۔ اس کے بعد ”سبدِ چین“ اور ”باغِ دو در“ کے قطعات ۔ آخر میں وہ قطعات ہیں جو کلیاتِ نثر میں جایجا بکھرے ہوئے تھے یا کسی اور ماخذ سے ملے ۔ یہی طریقہ دوسرے اصنافِ سخن میں پیش نظر رہا ۔ اس طرح میرزا کی مختلف چیزیں یکجا بھی ہو گئیں اور یہ لحاظِ ماخذ ان کی مستقل حیثیت بھی قائم رہی ۔

۴۔ مختلف قطعات جن اصحاب کے لیے لکھے گئے تھے یا ان کا ذکر قطعات میں آیا تھا، ان کے متعلق ضروری تصریحات کر دی گئیں تا کہ اول قطعے کے مطالب ذہن نشین کر لینے میں سہولت رہے۔ دوم قدامے کا زمانہ تصنیف متعین ہو جائے۔ ۵۔ جو قطعات تاریخی تھے ان میں سے بعض میں ایک گونہ پیچیدگی تھی۔ ان کا حل حواشی میں درج کر دیا گیا ہے۔ اس طرح مشکل الفاظ و تراکیب کی تشریح اختصاراً کر دی گئی ہے۔

امید ہے خوانندگان کرام اس مجموعے کو چلے مجھے سے زیادہ جامع پائیں گے، نیز اس کا مطالعہ نسبتاً سہل اور زیادہ دلچسپی کا باعث ہوگا۔

۱۔ ایک ضروری نوٹ مولانا فضل امام کی تاریخ وفات کے متعلق رہ گیا۔ اس کا خلاصہ یوں درج کیا جاتا ہے: تاریخ یوں نکلتی ہے کہ ”سایہ لطف نبی“ اور ”فضل امام“ کے اعواد (۱۲۴۹) میں سے چہرہ ہستی یعنی ۵ کے پانچ عدد ملنا کہے جالیں۔ ۱۲۴۴ رہ جالیں گے اور مولانا کی تاریخ وفات ۵۔ ذی قعدہ ۱۲۴۴ (۹۔ مئی ۱۸۲۹) تھی۔

قطعات

غالب از خاک پاکِ تورانیم
لاجرم در نسب فره‌مندیم

ترک زادیم و در نژاد همی
به سترگانِ قوم پیوندیم

ایکیم از جاعه اتراک
در تمامی ز ماه ده‌چندیم

فنِ آبای ما کشاورزیست
مرزبان زاده سمرقندیم

و ز معنی سخن گزارده
خود چه گوئیم تا چه و چندیم

فیضِ حق را کمیند شاگردیم
عقلِ کل را بهیند فرزندیم

هم به تابش به برق هم لقسیم
هم به بخشش به ابر ما اندیم

۱ - ایک : همزه مفتوح و موحده مفتوح قومی از اتراک -

یہ نالاشی کہ ہست ، فیروزیم
یہ معاشی کہ نیست ، غرستیم

بعد بر خویشی ہی کریم
بعد بر روزگار می خندیم

۱۔ اس قطعے میں میرزا نے اپنے نسب و حسب دونوں کا ذکر کیا ہے۔ نسب کا ذکر میرزا نے فارسی اور اردو نظم و نثر دونوں میں متعدد مقامات پر کیا ہے۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ فارسی یا اردو کے کسی شاعر نے الٰہی مراتب نسب کا ذکر شاید ہی کیا ہو۔ لیکن یہ عرض ایک حقیقت کا اظہار ہے ، نثر کا مبنی نہیں۔ یہ ذکر بار بار غالباً اس لیے آیا کہ میرزا اپنے خاندان میں پہلے ارد تھے اور آخری بھی جو ، پشتہا پشت کے مشاغل سے قطع تعلق کرنے کے بعد شعر و ادب کے لیے وقف ہوئے ، وراء تھا نسب پر نثر ان کے نزدیک بالکل بے معنی ہے۔ وہ تو خود کہتے ہیں :

خادم بسطن غالب نسب مسلک عام است
در نطق مسیحم چستایم اب و عم را
نام بسطن غالب و روشن ترم از روز
یسودہ چرا جلوہ دوم اسم و علم را

ایک اور قصیدے میں لکھتے ہیں :

بلند بایہ سرا گرچہ من بسطن منجم
ولیک پیشہ آہا بعالم اسباب
سہیلدی! بد و زاقواسباب نا بدوم
ہان طریقہ اسلاف داشتند اعقاب
دلاوران نگری نا پشتگ پشت بہ پشت
بہ پیشکہ تو چون خویش را شوم قساب

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

۲

ساق چو من ہشتکی و افراسیابم
دانی کہ اصل گوہرم از دودہ جم ست

میراثِ جم کہ میے بود اینک بمن سہار
زین پس رسد بہشت کہ میراثِ آدم ست

۳

آنم کہ درین ہزم صریح قلم من
در رقص در آورده سہر نہیں را

رضوان کند از ریزہ کلکم بہ تبرک
بیوند گری نخلہ فردوس بریں را

بر نلوک اندیشہ کہ از شست کشادم
بر وہ گزرف وحی وہ افتاد کمیں را

(پہلے صفحے کا باقی حاشیہ)

من آن کسم کہ بتوفیع مبداع لہٹاض
شہر قلمرو نظم درین جہان خراب
ہمے کتم قلم کار تیغ و این کارہست
شکرف و لغز و ہستیدہ اولوالباب

قلم کے آخری شعر میں فطری جویروں کی بے پائی اور
زمانے کی قدر فاشناسی نہایت بدیع اور پر تاثیر الفاظ میں واضح
کر دی ہے ۔

بر محضر استادی من بسکه زلد سهر
بر خاتم جم سوده شود نقش نگین را

با این همه آرایش گفتار کم گفتم
از جیبها بستم نبود فاصله چینی را

بخت صله مدح و قبول غزلیم نیست
تسکین به چه بخشم دل پشنگامه گزین را

ور پانگ زنی کان همه دادند به حافظ
گویم بھائی باد ولیکن چه شد این را

۲

منکران شعر من بان تا نگوئی حاصلد
کاین قیاس از بهر شان سامان نازمے بوده است

رشد از کالا شناسی خیزد و آن مایه ایست
کاش باشد رشد ، کان را هم جوازے بوده است

ور بگوئی چون حسد نبود ، خلاف از بهر چیست ؟
گویم آرمے این حقیقت را بھازے بوده است

خوبش را چون من ، مرا چون خوبش می دانسته اند
چون همی بینند کاین را سوز و سازے بوده است

لاجرم هر نکرد خود هم اعتدای کرده اند
وین نمی دانند کاخر امتیازے بوده است

باغ و زندان را غنائے و غنائے داده اند
کوه و هاسون را تشیی و فرازے بوده است

بی حیا نبوم معاذالله که گویم در جهان
ترو و سروے و کنجشکے و بازے بوده است

در تمیز از پاپه* احباب کاہم ، کافرم
شیوے من آلفت و عرض لیاڑے بوده است

لیک در فطرت زہم بیگانہ ایم و عیب نیست
آفرینش را یہ ہر یک ہر دے رازے بوده است

نالہ* ناقوس ما و دوستان ، بانگِ نماز
نالہ* ناقوسے و بانگِ نماڑے بوده است

اضطرابِ بسل از ما ، ترکناز از ہمندان
اضطرابِ بسلے و ترکناڑے بوده است

ما و درد و داغ ، ہم کارانِ ما و برگ و ساز
درد و داغے بوده است و برگ و سازے بوده است

دل اگر خام است باید کز فشردن ثم دہد
وین برعوض نسبتِ دور و درازے بوده است

نازم آن دل را کہ چون اجزای شمع از تابِ خویش
سوزد و ریزد فرو ، کلین احتراڑے بوده است

این کہ افشاورد و ثم گیرد ، مشقے یش نیست
وینکہ خود خون گردد و ریزد ، گدازے بوده است

حالیا دم در کشیدم ، وین ز عجز لطف نیست
طبع را از خود کئی احتراز می بوده است

۵

هزار مغیر سر جوشِ خاصِ لطفِ من است
کز اهلِ ذوقِ دل و گوشت از عسلِ بُردست
ز رفتگان به یکے گر تو ایدم روداد
بدان که خوبیِ آرایشِ غزلِ بُردست
مراست لنگ ، ولی فخر اوست کلن به سخن
به سعیِ فکر رسا جا بدان محلِ بُردست
مهر کمانِ تو اورد ، یقین شناس که دزد
متاعِ من ز نهانِ خاله ازلِ بُردست

۶

غالب درین زمانه به هر کسی که و ارس
مضمونِ لیر و لفظِ خودش بر زبانِ اوست
زین مایه از کجا که بنالد به خویش
هر گنجِ شایگان که بود رایگانِ اوست
کسی را ز دست بردِ خیالش بجات نیست
گر پیش از و گذشته و گر در زمانِ اوست

مضمون پر کرا خوش ادا سی کند بہ فاز
گوئی بہ بزمِ اہلِ سخن گرجانِ اوست

امتا بہ کثیرِ حسنِ ادا نارسیدہ است
مے لرزد از نہیب و دلم رازدانِ اوست

جز من کسی بہ دُزدِ سخن وا نمی رسد
گو خوش بخوان کہ الجمنے مدح خوانِ اوست

آرے نہ چک بود ، نہ تمسک ، زہر کہ ہست
لے دستخط ، نہ سُہر ، نہ لام و نشانِ اوست

مضمونِ شعر نوٹ بود فی زمانہ
یعنی بہ دستِ ہر کہ پیفتاد آنِ اوست

۷

اے کہ در بزمِ شہنشاہِ سخن رس گفتمہ
کہ بہ ہر گوئی فلان در شعر ہم سنگِ منست

راست گفتمی ، لیک مے دانی کہ نبود جائے طعن
کمتر از ہانگی دہل گر نغمہ چنگِ منست

۱۔ چک کی رقم ہنک ہے اسی صورت میں ملے گی کہ اس پر دستخط یا سُہر اسی کی ہو جس نے رقم جمع کرا رکھی ہے ۔
تمسک بھی صاحبِ تمسک کے دستخط کا محتاج ہے ۔ لیکن نوٹ کے لیے کسی سے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہیں ، جس کے ہاتھ آ جانا ہے ، اسی کا ہو جانا ہے ۔

نیست نقصان یک دو جزو است از سواد رفته
کان دژم برگه ز خلعتانِ فرهنگِ مست

فارسی بین تا بینی نقشهای رنگ رنگ
پیکر از محسوسه آردو که پیرنگِ مست

فارسی بین تا بدائی کاندرا اقلیم خیال
سای و ارزنگم و آن نسخه ارتنگِ مست

کے درخشد جوهر آئینه تا باقی است زنگ
صقل آئینه ام این جوهر، آن زنگِ مست

بان من و یزدان ، بنام شکوه بر سهر و وفات
تا نه پنداری به پرغاش تو آهنگِ مست

دوست بودی ، شکوه سر کردم ، ولی جرم تو نیست
کاین همه بیداد بر من از دلِ تنگِ مست

بخت من لاساز و خوی دوست زان لاساز تر
تا چه پیش آید کنون با بختِ خود جنگِ مست

دشمنی را هم فنی شرط است و آن دانی که نیست
از تو نبود تعمیر سازم که در چنگِ مست

در سخن چون هم زبان و هم نوای من نه ای
چون دلت را بهج و قاب از رشکِ آهنگِ مست

راست می گویم من و از راست سر نتوان کشید
بر چه در گفتار فخر تست آن تنگِ مست

مے فرستم تا نظر گاہِ جهاندار این ورق
نامہ پر بادا اگر خود طائرِ رنگِ منست

دینہ ور سلطان سراج الدین بہادر شاہ کہ او
آن شرر بیند کہ ہنہاں در رگِ سنگِ منست

جم حشم شاہے کہ در ہنگامہٴ عرضِ سپاہ
می تواند گفت دارا را کہ سرہنگِ منست

الوری و عرق و خاقانی سلطانِ مم
پادشہ، طہمورت و جمشید و ہوشنگِ منست

شاہ می داند کہ من مداحِ شاہم ، ہاگ لیست
گر تو اندیشی کہ این دستان و یرنگِ منست

از ادب دورم ز خاقانِ ورنہ در اظہارِ قرب
خطوہ و کامِ تو کوئی میل و فرسنگِ منست

بقطعِ این قطعہ، زین مصرعِ 'مسترح' باد و اس
ہر چہ در گفتارِ فخر است ، آن لنگِ منست'

۱ - 'مسترح' (مسترحم و بہ تسخیر صائد و بہ تشدید وا) بہ معنی
دارایِ مصرع ۔

۲ - اس قطعے میں خطابِ شیخ ابراہیم ذوق سے ہے ۔ غالباً شیخ
مرحوم نے کسی موقع پر بہادر شاہ ظفر کے رو برو کہا ہوگا
کہ: میرزا کا اردو مجموعہٴ 'کلامِ نو' مختصر سا ہے ۔ میرزا نے
جواب میں روشن حقائق پیش کر دیے ۔

فرست اگر دست دهد مغنم انگار
ساق و مغنی و شراب و سرودے

زہار ازان قوم لباشی کہ فریبند
حق را بدسجودے ونہی را بددروڈے

زاهد ز طعمہ ہرق فرسوسم بجان مریز
نسبت مکن بدزدندہ اے زشت خو! مرا

گوئی کہ با کلامِ محبت رجوع نیست
دل تیرہ شد ز کلفتِ ابنِ گفتگو مرا

حق است مصحف و بود از روی اعتقاد
در عزتِ کلامِ الہی غلو مرا

بر صحنہ زان صحیفہ مشکین رقم بد چشم
باشد نکو تر از خطِ روی نکو مرا

شیطان عدوست لیک ازان نامہ ہر ورق
بخشد خطِ اسان ز خیبِ عدو مرا

دانم کہ امر ونہی بود در کلامِ حق
سیرابیِ مجھے ست ازان آہو مرا

با این همه که در خم و بیج و خم و تعب
مرگشته دارد این فلکِ جنگجو مرا
برخاستیت گرد ز سرچشمه حواس
وز حافظه نموده بختی در سبب مرا
لا تقربوا الصلوة زلتمہیم بخاطر است
وز امر یاد مالدہ کلوا واشربوا مرا

۱۰

صافی بزمِ آگهی روزی
راوقی رخت در پالد من
چون دماغم رسید زان صبا
شدم از ترکناز ویم ایمن
هم دران سرخوشی حریفالد
بی محایا گرفتمش دامن
گفتم "اے محرمِ سرایِ سرور!
از ادب دور نیست پرسیدن
اول از دعوی وجود بگو"
گفت "کفر است در طریقت من"
گفتم "آخر نمودنِ اشیا چیست؟"
گفت "ہے ہے، ہی توان گفتن"

گفتمش ”با مخالفان چه کنم؟“
گفت ”طرح بنامے صلح لگن“

گفتم ”این حبِ جاہ و منصب چیست؟“
گفت ”دلمر فریبِ اہرمن“

گفتمش ”چہست منشِ سفرم؟“
گفت ”جور و جفاے اہلِ وطن“

گفتم ”آکنون بگو کہ دہلی چیست؟“
گفت ”جان است و این چہاتش تن“

گفتمش ”چہست این بناوس؟“ گفت
”شاہدے مست صو گل چیدن“

گفتمش ”چون ہود عظیم آباد؟“
گفت ”رنگین تر از فضای چمن“

گفتمش ”سلسبیل خوش باشد؟“
گفت ”خوشتر نباشد از سوہن“

۱۔ ہندوستان کے صوبہٴ بہار کا دریا جو کوہ ست پڑا کے مشرق
حصے سے نکل کر شمالی و مشرق چالب بہتا ہوا چار سو ہینسٹھ
میل کا فاصلہ طے کر کے عظیم آباد شہر کے قریب دریائے گنگا
میں ملا ہے۔ انگریزی میں اسے ”سون“ (Son) لکھا ہے
اور سکولوں کے نصابی جغرافیوں میں بھی عموماً سون ہی لکھتے
ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرزا اس کے ہائی سے بہت متاثر
تھے۔ چنانچہ اس کی ستائش کئی مقامات پر کی ہے۔ مثلاً ایک
غزل میں فرماتے ہیں :

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

حالِ کلکھ بازِ جسم ، گفت
 "باید اقلیم ہشتمش گفتن"

گفتم "آدم ہم رسد دروے ؟"
 گفت "از ہر دیار و از ہر فن"

گفتم "این جا چہ شغل سود دہد؟"
 گفت "از ہر کدہ بہت ترسیدن"

گفتم "این جا چہ کار باید کرد ؟"
 گفت "قطعِ نظر ز شعر و سخن"

گفتم "این ماہ بیکران چہ کمالد؟"
 گفت "خوبانِ کشور لندن"

گفتم "ایتان مگر دلے دارد ؟"
 گفت "دارد ، لیکن از آہن"

گفتم "از بہر داد آمدہ ام ؟"
 گفت "ہگرہز ، سر بہ سنگ وزن"

(چھلے صفحے کا باقی حاشیہ)

چو اسکندر ز نادان ، ہلاکدر آبِ حیوانی
 خوشاموہن کہ ہر کس غوطہ زد روی نشر جان شد

بہر ایک رباعی میں کہتے ہیں :

خوشتر بود آبِ سوہن ، از قند و نبات
 باوے چسطن ز لیل و جیحون و فرات
 این پارۂ عالمی کہ ہندخی نامند
 کوئی ظلمات و سوہن است آبِ حیات

گفتم ”اکنون مرا چہ زبید؟“ گفت
 ”آستین بر دو عالم افشاندن“
 گفتش ”باز گو طریق نجات؟“
 گفت ”غالب بہ کربلا رفتن“

۱۱

چون مرا نیست دستگارِ ستیز
 چون مرا نیست رسم و رازِ مصاف
 می کشایم لے جا یا ہای
 می کشم خنجر زبان ز غلاف
 لیک در ہجو ہا ہدم امساک
 در شکایت نشاہدم اسراف
 بندہ را ہودہ است از سرکار
 دست ’مزدِ مشقتِ اسلاف
 زر سالانہ برای دوام
 وجہ شایستہ بقدر کفاف

۱ - یہ قطعہ سفرِ کلکتہ کی یادگار ہے جہاں میرزا غالب بہ شعبان ۱۲۴۴ھ - ۲۰ فروری ۱۸۲۷ع کو پہنچے تھے اور تقریباً دو سال ٹو مہینے کے بعد ۲ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۵ھ - ۲۹ نومبر ۱۸۲۹ع کو دہلی وارد ہوئے۔

ملزم کرد، اند، ہاں بددروغ
حق من خوردہ اند، پس بہ کزاف

آہ از اقربائے بے آرم
داد از حاکمانِ نا انصاف

۱۲

اے کہ خواہی کہ بعد ازیں باشم
مخلص صادق الولائے تو من

گر ترا شیوہ شاہدی بودے
کردمے جان و دل فدائے تو من

ور ترا پیشہ شاعری بودے
مودمے چشم و سر بجائے تو من

ور ترا پایہ خسروی بودے
مستقیمے گوہر ثنائے تو من

چون ازینہا نمای، مرا چہ ضرور
کہ شوم ہرزہ مچلائے تو من

راست گویم، بہانہ چند آرم
ناصر مشفق ہر اے تو من

بسکہ ہر مال و جاہ مغروری
لیستم خوش ازیں ادائے تو من

چہ کئی ، این فسادِ سیم و زریست
 والے من کر ہوم بچائے تو من
 بہ تو ہرگز نہ دادمے زر و سیم
 خواجہ گر بودمے خدائے تو من

۱۳

ایا بے ہنر دشمن دیوسارا
 چہ لازمی ہنگامہ زور و زر
 ز ما ہاش فارغ کہ ما فارغیم
 ندارم ہروالے این شور و شر
 ترا شیوہ دزدی و ما بینوا
 تو بد روئے و بدگوئے و ما کور و کر

۱۴

دیدنی آن بد گسہر و مہر و ولایت بہ یزید
 کہ بہ خشم آید اگر زشت و پلیدش گویند
 زانکہ او خود بہ سرِ اینِ علیؑ تیغ نراند
 خواجہ از لنگ نخواہد کہ یزیدش گویند

گفتم البتہ کہ شبیرؑ ہدان می آرزو
کہ شہیدش بہادریستند و سعیدش گویند
گفت زان رو کہ عزیزان ہمسہ مسام بودند
نتوان کرد گوارا کہ شہیدش گویند

۱۵

ایا ستم زدہ غالب ز پاکس مسکال
مستہ بہ سینہؑ بے کینہ از شکایت داغ
اگر بدصلہ خلاف تو کردہ است ربوت
وگر بدعہم بہ قتل تو استہ است جناح
فضا بنائے خرابی فگندہ ہم ز نخست
ندیدہ کہ پہاں عکس غالب ست ہلاخؑ

۱۔ اس طبع کا تعلق پنشن کے اس مقدمے سے ہے جس کی ابتدا میرزا غالب نے ۱۸۴۷ء میں کی تھی اور اسی سلسلے میں کلکتے کا سفر اختیار کیا تھا۔ کلکتے میں فیصلہ ہوا کہ اصل مقدمے کے حالات کی رپورٹ دہلی ریزیڈنسی سے آتی چاہیے۔ رپورٹ کے پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو میرزا خود کلکتے سے دہلی پہنچ گئے تاکہ صحیح رپورٹ ممکنہ بالا میں بھجوا دیں۔ پہلے ایڈووکیٹ کول بروک ۱۸۴۷ء سے ۱۸۴۹ء تک دہلی میں ریزیڈنٹ رہا اور میرزا کے عزیز دوست ابوالقاسم خاں نے کورنیل ہنری اسلاک سے کول بروک کے نام سفارش حاصل کر لی تھی۔ لیکن کول بروک ریزیڈنسی کے عہدے سے الگ ہو گیا اور (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

کردہ اسی جہد سے کہ دو ویروائی کشتاہ ام
چرخ در آرایش ہنگامہ عالم نکرد

گو بہ ہیجوت وائندہ بالشم نکرد ہا ، بر خود مہیج
زالکہ حرفے زانچہ گفت ، خاطر م خستم نکرد

(پہلے صفحے کا باقیہ حاشیہ)

اس کی جگہ فرانسس ہاکنس ریویژنٹ مقرر ہوا ۔ میرزا ابوالقاسم
خان نے ہاکنس کے لیے بھی کربیل پٹری اسلاک سے سفارش
خط حاصل کرنے کا انتظام کر لیا تھا ۔ لیکن کربیل یکایک ہمار
ہوا اور اسی بیماری میں مر گیا ۔ ادھر ہاکنس نے ، جو میرزا
کے حریف نواب شمس الدین احمد خان والہ فیروز پور جھڑکا
کا دوست تھا ، کول بروک کی مرثیہ ریویژنٹ کو ، جو میرزا
کے حق میں تھی ، نظر انداز کر کے ایک نئی ریویژنٹ اوپر بھیج
دی ، جو نواب کے حق میں اور میرزا کے خلاف تھی ۔ میرزا
مطمئن تھے ، کیونکہ کلکتے میں اینڈریو اسٹرانگ نے ، جو عارضی
طور پر چیف سیکرٹری تھا ، حق و س کا پختہ وعدہ کر لیا تھا ۔
تاہم اتفاقات دیکھتے ہیں کہ ہاکنس کی ریویژنٹ ۳ مئی ۱۸۳۰ء
کو دہلی سے روانہ ہوئی اور الہی اسٹرانگ کے ریویژنٹ پیش نہیں
ہوئی تھی کہ ۲۳ مئی ۱۸۳۰ء کو اس کا بھی انتقال ہو گیا
اور اس کی جگہ جارج سوٹن چیف سیکرٹری مقرر ہوا ۔ میرزا
نے اس کے لیے بھی سفارش کا انتظام کر لیا تھا ، لیکن وہ
یکایک ولایت روانہ ہو گیا ۔

فرانسس ہاکنس کے خلاف تین الزام عاید کیے جاتے تھے :

- ۱۔ وہ رشوت لیتا ہے ۔
 - ۲۔ کام پر توجہ نہیں کرتا ، سیر و شکار میں مصروف رہتا ہے ۔
- (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہتے از استاد دہم دوتکے بخشد لیک
 ہج در تسکین یغزود و ز وحشت کم نکرد
 ہجو تو قافایے در صلب آدم دیدہ بود
 زان سبب ابلیس ملعون سجدہ بر آدم نکرد
 حاشا للہ بودنت در صلب آدم تہمت
 ہشہر ہر کس گفتم این الفیضہ ہاور ہم نکرد

۱۷

ایا زبان زدہ غالب کہ از حدیقہ ہفت
 نمی رسد بہ تو خار و خسے ز ہیج سبیل
 چو لازم است کہ ہروردگار تا دم مرگ
 بود بہ رزق ضرورتہ عباد کفیل
 چراست اینکہ نداری زور از سیاہ و سپید
 چراست اینکہ نہای بر از کثیر و قلیل

(پہلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

۳ - والہ فیروز پور جھڑکا کا دوست ہے اور والہ مذکور مندرجے
 میں ایک فریق تھا -

آخر میں یہ بھی واضح کر دینا چاہیے کہ ہاکس کے انگریزی
 تلفظ میں "ک" سکسور اور "ن" ساکن ہے - لیکن میرزا نے
 "ن" کو متحرک بانڈھا ہے - انگریزی اسماء کے سلسلے میں یہ
 تصرقات محض شعری ضرورت کا نتیجہ نہیں سمجھے جاسکتے -
 اغلب ہے اہل فنک کی زبانوں پر یہ نام اسی طرح رواں ہو -

فتادہ در سر این رشته عقدہ ورشد
 نہ مرده ای تو و نے رازق العباد بغیل
 ز چند سال بہ مرگ تو و تباہی رزق
 شدت حکم خود از پیشگاہ رب جلیل
 فرشتہ کہ وکیل است ہر خزائن رزق
 نکرد ہیچ توقف بہ رزق در تعطیل
 دوم فرشتہ کہ یادش بخیر مقرون باد
 روا نداشت در اہلاک شیوۃ تعجیل
 لطیفہ کہم از قول شاعرے تضمین
 کہ در لطیفہ مرا اورا کہے نبود عدیل
 ”اگر خدایے بداند کہ زندہ ای تو ہنوز
 ہزار مشت زندہ ہر دہان عزرائیل“

۱۸

چون الف بیگ در کہن سالی
 پسرے بافت سر بہ سر شمرہ
 نام او ہمزہ بیگ کرد ، بلے
 الف منحنی بود ہمزہ

دارم ہر جہاں گریہ پاکیزہ نہادے
کز بالِ پریزاد بود موجِ ارمِ او
سرمست ادا چوں ہر زمیں باز خرامد
از خاک دمد غنچہ ز نقشِ قدمِ او
چوں صورتِ آئینہ ز افراطِ لطافت
آید بہ نظرِ مجہدِ او از شکمِ او
ہر شیر ژباہے کہ بیہی ہرستان
دارد سرِ دربوڑہِ حشرِ ز دمِ او

(پہلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

کے ایک رکن تھے۔ اس قطعے سے واضح ہے کہ خدا نے انہیں
بڑھاپے میں فرزند عطا کیا اور انہوں نے میرزا سے درخواست کی
کہ بچے کا نام تجویز کر دیجیے۔ میرزا فرماتے ہیں :

”اُنہم درباره نام نہادن آن تو پیکرِ پیر و رستہ حسن آورده و
مرا اندرین کار سہاستہ“ خطاب اندیشیدہ اید ، بے زحمت فکر
بانیے بہ خاطرِ ہرگو انداختہ و قطعہ درآن خصوص از دل
بہ زبان رسیدہ است ، چنانکہ از زبان یہ قلم سپردہ می شود ۔
یا رب این اسم لطیف پر معنی مبارک آید و آن سعادت مند
ہم در حیات شاہد عمر شاہد رسد و پس از شاہدال دراز بمالد۔“
آگے قطعہ لکھا ہے ۔ آخر میں فرماتے ہیں :

”بازانہر بچمن شاہ را بسیار یاد می کنند گاہی سرے بہان و ہوائہ
ہم می توان کشید۔“ (کلیات لکھ قاری صفحہ ۱۱۱ + ۱۱۱)

گر جالورے مردہ بیند سرِ راجے
 از ہاکی طینت بخورد غیرِ عمرِ او
 بر پچہ کہ کنجشک ہوے باز سیارہ
 در پرورشِ او بخورد جز قسمِ او
 آری بود از غیرت اندازِ خواسش
 ہر کبک و ندو است اگر خود ستمِ او
 رخشندہ ادیم تنش از لطفِ زیبانش
 کوئی بہ اثرِ قابِ سہیل است عمرِ او
 جوشِ کل و بالیدگیِ موجہٗ رنگِ است
 دمِ لاپہ کنن آمدنِ دہمِ او
 در عربہ چون بند ز دمِ باز کشاید
 لرزد شکنِ طرہٗ خوابان ز عمرِ او
 تا سہرہ کشِ صفحہٗ افلاکِ بود سہر
 بادا کفِ دستِ من و پشت و شکمِ او

۲۰

اے کہ شایستہٗ آئی کہ ترا
 جم و لغفور و سکندر گویم
 چون نداری سرِ شاہی ناچار
 حاکم و والی و داور گویم

گفتہام مدح تو زین پیش و کنون
خواہم از گفتہ نکوتر گویم

باید امسال کہ چون ہار و ہرار
سخن غیر مکرر گویم

جلوے روسے دل افروز ترا
سہر یا ماہ منور گویم

لمعۂ قہرِ جہان سوز ترا
برق یا شعلۂ آدو گویم

لیک غم سخت گرفت است مرا
غم نکویم ، دم اژدر گویم

زان لیام کہ ہماندازۂ شوق
مدح ثوابِ گورتر گویم

جائے آست کہ چون غم زدگان
غم دل ہیشہ تو یکسر گویم

کہ ز بے مہریِ گردون ناام
کہ ز ناسازیِ اختر گویم

چون تو دانی کہ چہ حال است مرا
از ادب نیست کہ دیگر گویم

گویم این سال مبارک ہادت
وین دو صد سال برابر گویم

ہوا غیر فشانست و ابر گوہر یار
جلوسِ گل بہ سریرِ چمن مبارک باد

ربابِ نغمہ نواز است وئے ترانہ فروش
خروشِ زمزمہ در انجمن مبارک باد

بہ بزمِ نغمہ چنگ و ربابِ اوزانی
بہ باغِ جلوۂ سرو و سمن مبارک باد

ز شمعہا کہ بہ کاشانہ کمال برند
فروغِ طالعِ اربابِ فن مبارک باد

ز بادہ پاکہ بہ میخانہ خیال کشند
طلوعِ شمعہ اہلِ سخن مبارک باد

فضائے آگرہ جولانگیرِ مسیح دمبست
ز من بہ ہمنفسانِ وطن مبارک باد

چہ حرفِ ہمنفسانِ فترخی ز بختِ منت
ز بختِ فترخِ من ہم ہمن مبارک باد

و - یہاں ”ہم وطن“ سے مراد ہم ملک سے کہیں بڑھ کر ہم شہر
ہیں ، یعنی اہل آگرہ ، کیونکہ میرزا کا اصل وطن آگرہ ہی
تھا - جہاں ان کے والد ماجد اور عم محترم اور غالباً جد امجد
بھی مقیم رہے ، جہاں وہ پیدا ہوئے اور تربیت و تعلیم پائی -

ہے سن کہ غستہ و رنجور ہوئے ام عمرے
نشاطِ خاطر و نیروے تن مبارک باد

ہزار بار فزون گفتم و کم است ہنوز
گورنری بہ چمن لاسن مبارک باد

۱۔ جیمس ٹامسن (۱۸۰۳ء - ۱۸۵۳ء) - تعلیم مکمل کر کے ۱۸۲۲ء میں ہندوستان پہنچا اور صدر عدالت کلکتہ کا رجسٹرار رہا۔ بعد ازاں اعظم گڑھ میں مجسٹریٹ (۱۸۲۷ء-۱۸۳۲ء) ، سکریٹری حکومت آگرہ (۱۸۳۷ء-۱۸۴۱ء) ، حکومت ہند کا سکریٹری برائے امور خارجہ (۱۸۴۲ء-۱۸۴۳ء) ، لفٹنٹ گورنر صوبہ غرب و شمال (دسمبر ۱۸۴۳ء - ستمبر ۱۸۵۳ء) ۲۹ ستمبر ۱۸۵۳ء کو اسے مدراس کا گورنر نامزد کر دیا گیا تھا۔ اسی روز بریلی میں فوت ہوا۔ اپنے عہد کے قابل انگریز عہدیداروں میں شمار ہوتا تھا۔ خصوصاً فلم و اسٹیج میں اس کی دست گاہ ، حکومت ہند کے نزدیک ہر اعتبار سے مسلم تھی۔

اس زمانے میں دہلی کا تعلق حکومتِ صوبہ غرب و شمال سے تھا اور قدیم دہلی کالج کا انتظام بھی اسی سے متعلق تھا۔ کالج کے لیے فارسی کا نیا پروفیسر مقرر کرنے کا معاملہ پیش آیا تھا تو میرزا غالب کو بھی بہ حیثیت امینوار اسی جیمس ٹامسن کے پاس جانا پڑا تھا۔ لیکن صاحبِ معمول کے مطابق یروشوائی کے لیے باہر نہ آئے تو میرزا یہ کہہ کر لوٹ گئے کہ ملازمت عزت و مرتبہ میں اضافے کے لیے قبول کی تھی، یہ غرض نہ تھی کہ پہلا اعزاز بھی ختم ہو جائے گا۔

میرزا نے ٹامسن کے ساتھ اس زمانے میں روابط قائم کر لیے تھے جب وہ حکومت آگرہ کا سکریٹری مقرر ہوا تھا۔ ”ہنج آہنگ“ (کلیات نثر فارسی صفحہ ۱۸۹-۱۹۱) میں سب سے پہلے ٹامسن کے نام ایک فارسی مکتوب ہے جو اس کے خط کے جواب میں بھیجا (بانی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہر کجا منشور اقبالے ہدید آوردہ اند
نام مکنائے بہادر زبِ عنوان دیدہ ام
در شبستانیکہ بزم آرایے عیش کردہ اند
”زہرہ و ارتعاس و کیوان را انکسبای دیدہ ام“

(پہلے صفحے کا بلیہ حاشید)

کیا تھا۔ پھر ایک مدحیہ غزل مکتوب کے ساتھ ارباب کی گئی
جس کا مطلع تھا :

لا یسوم نظر لطف جسی لاسن است
سبزہام گلن و غارم گل و خاکم چمن است

یہ غزل کلیات نظم فارسی کے بہرہ غزلیات میں موجود ہے۔

(کلیات نظم فارسی، صفحہ ۵۰۳-۵۰۴)

وہ گورنر مقرر ہوا تو یہ قطعہ ایک مکتوب کے ساتھ بھیجا گیا۔

(کلیات نثر فارسی، صفحہ ۲۰۵-۲۰۶)

پھر اس کی مدح میں پچیس شعر کا ایک قصیدہ کہا۔

(کلیات نظم فارسی کا قصیدہ سی و ششم)

۱۔ سر ولیم جے مکنائے (۱۷۹۳ء-۱۸۳۱ء) صدر دیوانی عدالت کا

رجسٹرار (۱۸۲۲ء-۱۸۳۰ء) اسی دوران میں دھرم شاستر اور

اسلامی فقہ کے متعلق اپنی تصانیف، نیز مقدمات کی رویتا دیں

بھی شائع کیں۔ لارڈ ولیم بنتنک کے ساتھ شاہی ہند کا دورہ کیا

(۱۸۳۰ء-۱۸۳۲ء) رنجیت سنگھ کے ساتھ روڈ میں گورنر جنرل

کی ملاقات کے وقت موجود تھا۔ پھر خفیہ ڈیپارٹمنٹ اور پولیٹیکل

ڈیپارٹمنٹ کا سیکرٹری (۱۸۳۳ء-۱۸۳۷ء) پھر لارڈ آک لینڈ

کے ساتھ دورے پر۔ رنجیت سنگھ اور شاہ شجاع کے ساتھ معاہدے

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہر ساحلے کاندھان محفل بہ شب کبوترہ اند
صبح زان محفل کلمہ بر فرق خاقان دیدہ ام

نامہ اورا در جہان فرمانروائی دادہ اند
چرخ را از قندہ انگیزی پیشای دیدہ ام

(پہلے صفحے کا بقید حاشیہ)

(۱۸۳۷ء) سفیر و وزیر حکومت ہند بہدولار شاہ شجاع -
انگریزی فوج کے ساتھ کابل - شاہ شجاع کو شاہ افغانستان بنا
دیا گیا - امیر دوست محمد خاں نے اپنے آپ کو حکومت ہند کے
حوالے کر دیا - (۳ نومبر ۱۸۳۰ء) میکنائن کو حسن خدمات کے
صلے میں بمبئی کا گورنر مقرر کر دیا گیا - ۲۳ دسمبر ۱۸۳۱ء
کو میکنائن عام روایت کے مطابق امیر دوست محمد خاں کے فرزند
ارجمند اکبر خاں کے ہاتھ سے مارا گیا -

یہ قطعہ غالباً اس دور کا ہے جب میکنائن پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ
کا سکرٹری تھا ، یعنی ۱۸۳۳ء اور ۱۸۳۷ء کے درمیان
عرصے کا ہے -

یہی میکنائن ہے جس کے متعلق میرزا ابک فارسی مکتوب میں
لکھتے ہیں :

”روز شالودہم از منی بود و وقت بر فروختن شمع و چراغ کہ
چیراسی سرودہ ”اجنی دہلی رسید و نامہ ”مہری ولیم فریڈرک
بہادر بہ من داد - چون مسیزان نظر مستحیدم گران را ازان بود
کہ آن را یک نامہ نوان انگلشت - کشودم و دیدم کہ نامہ ”
”مہری ولیم مسٹر حے میکنائن صاحب بہادر در لورد آں است ،
مضمونش اینکہ کواغذ منتظمہ ”مثل مقدمہ از نظر لوای معلول القاب
مکمر گزشت و فرمان صادر شد کہ تجویز پاکس صاحب
منظور و ”مہر و دستخط کاغذ گزوالدہ من زبان میوات اصلی و
بندوبست -“

مندرجہ دفتر سرکار نا مصرح و نامہ کمل القبط در من لال :
در خالندان کسری ای عدل و داد باشد

(کلیات تشر فارسی ، صفحہ ۱۳۸)

ہم بہ بزمِ عجب نشینانِ ہساطِ عشرتش
مہر را پروانہٴ شمعِ شہستان دیدہ ام

ہم بہ جمعِ صبح خیزانِ دعاے دولتش
آسمان را از کواکب سجدہ گردان دیدہ ام

ہم بہ خلقتِ پیشواے مہر ورزانِ گفتہ ام
ہم ہم دینش رہنماے حق پرستانِ دیدہ ام

کارگاہِ دولتش را عالم آرا خواندہ ام
شاخسارِ بہشتی را میوہ افشانِ دیدہ ام

سایہ اش را طیلانِ مشتری دانستہ ام
پادشاش را گوشہٴ نہیمِ کیوانِ دیدہ ام

حرفِ من میرایی کہ با وے درمیان آورده ام
چشمِ من روشن کہ رویش ہامدادانِ دیدہ ام

داورا! امیدگاہا! من کہ الدو عمرِ خویش
سحری و بے سہری از گردونِ مراوانِ دیدہ ام

آن اسیرِ تیرہ روزستہ کہ عمرے در جہان
آفتاب از روزنِ دیوارِ زندانِ دیدہ ام

لاغر و زانسان کہ ہرگہ موجِ ایتابی زدست
دل ز پہلو چون بے از مینا نمایانِ دیدہ ام

ہر نفسِ بچہ ز وحشتِ دودِ سودا در سرم
ہسکہ در شبہای غمِ خوابِ پریشانِ دیدہ ام

بعد عمرے کایں چنیں بگذشت در پاپانِ عمر
از نو نیروے دل و آسایشِ جان دیدہ ام

مدتیِ خونِ کرده ام دل را ز دردِ بیکسی
کز تو چشمِ التفات و روے درمان دیدہ ام

با تو می گویم مثالی ، زانکہ در عالم ترا
مستعدا یاب و ادا فہم و سختدان دیدہ ام

در پریشانیِ بدان مالم کہ گوئی بیش ازین
خویش را سرگشته در کوه و بیابان دیدہ ام

تند بادے می وزید ست اندرانِ وادی کزو
خویشتن را دیدم چون بید لرزان دیدہ ام

والدراں صحراوردیا بہ شبہای سیاه
رختِ خوابِ راحت از خاورِ مغیلاں دیدہ ام

با تو بیوستن چنان دایم کہ ناگہاں برآہ
چشمہ سار و سبزہ زار و باغ و بہستان دیدہ ام

باچینی بختے کہ من دارم عجب دارم کہ من
خویشتن را مستحقِ لطف و احسان دیدہ ام

وہم مستولی است بر من، وین چرا نبود کہ من
خود چہ قومیدی ز گردشہای دوراں دیدہ ام

یک دو پرسش دارم و از لعلِ کوہربار تو
آرزو را تشنہ کام پاسخِ آن دیدہ ام

عقدہ، خاطر پہانا پر تو خواہم غرضہ داد
چوں کشایش ہے نو مشکل وز نو آسای دیدہ ام

از لبت فیضِ دہر عیسیٰ اگر جویم رواست
زانکہ رشحِ خامہ ات را آبِ حیوان دیدہ ام

ز آستین گنجِ گوہر گر طمع دارم بجلست
زانکہ دست را بہ ریزش اہر نیرساں دیدہ ام

گر نہادم دل بہ بخشش ہائے ظاہر ، جرم نیست
کز تو گوناگون نوازشہائے پنہاں دیدہ ام

ورمخودم یا تو در خواہشِ فضولی ، عیب نیست
خویش را پر خوانِ افضالِ تو سہاں دیدہ ام

شادمان باش اے کہ در عہد تو دادم دادہ اند
جاوداں زی کز تو کار خود بہ سامان دیدہ ام

۲۳

ایا محبط فضائل کہ تا تو در نظری
نظر بہ شوکتِ دارا و کیقبادم نیست

۱۔ اس قطعے کا تعلق میرزا کے مقدمے کی اس اہل سے معلوم ہوتا ہے جو ولایت بھجپی گئی تھی ، لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس میں غلطی کون ہے اور یہ کس زمانے کا ہے ۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ ۱۸۵۷ء سے بیشتر کا ہے ۔

بہ دیدہ سرمہ کشم از سواد نامہ تو
اگرچہ دیدہ شناسی آن سوادم نیست

تو اصل دانش و دانستہ کہ از کدہ سال
ہے ہم بہ کمنای داد و دادم نیست

ہزار شیوہ گفتار و یک قبولم نے
ہزار ہستی کار و یک کشادم نیست

بہ صدر می رود این باز ہر س ، بسم اللہ
ہمیں مراد میں است و جز این مرادم نیست

تو کردی و تو کنی کارم اعتقاد این است
بہ کارسازی بہت خود اعتقادم نیست

رسیدے و پائے تو سودھے ہر عجز
بضاعت سفر و دستگاہ زادم نیست

مغذ مطلب من ہر کتابتے کہ بود
تو جمع کن کہ ہما زان میالہ یادم نیست

اسید لطف تو دل می دہد ، بدیں شادم
و کرلہ تاب صہوری ازیں زیادم نیست

بہ ذوق قرب زمان مراد بیتام
و کرلہ شورش تعجیل دو نہادم نیست

بہ نیم روز بہ لندن رساندے زورق
ولے چہ چارہ کہ فرمان برآب و یادم نیست

ہم التفات تو صد گونه اعتماد بہست
ولے شباب کہ ہر عمر اعتماد بہست

۲۲

ایا خجستہ خصالے کہ رزقِ عالم را
کف تو تا بہ قیامت کفیل خواہد بود

بہ پشتگرمی لطف تو ہر کجا کہ روم
طرب رفیق و سعادت دلیل خواہد بود

خدمت تو اے عرضِ حال یکسیم
خیال بے کسی من وکیل خواہد بود

۲۵

اے لیلکون حصارِ فلک بارگاہ تو
وے بارگاہ تو ز حوادث ، حصار من

اے نوہار باغِ جہاں گردِ راہ تو
وے گردِ راہ تو بہ جہاں نوہار من

اے در ثنائے خاطر معنی گزین تو
ہوہاں بہ فرق خاصہ* معنی نکار من

وے بر توقع نکہ حق شناس تو
نازاں بہ بخت خویش دل حق گزار من

اے پردہ گرد راہ تو در معرض خرام
مشک و عبیر بدید بدجیب و کنار من

وے دادہ تاب روے تو در موقف سوال
از ماہ و مہر مژدہ بہ لیل و نہار من

اے طرہ تو ہندوے روے نکوے تو
وے دامن تو قبلہ مشیت عبار من

رویت بیاض صفحہ نگار یمن^۱ تو
مویت سواد نامہ نویس ہمار^۲ من

مہر تو در حیات بہار بساط من
داغت ہی از وفات چراغ مزار من

فصل بہار شعلہ ز رویت نہاد من
لوح طلسم دود ز خویت دمار من

از تو کہ داد از تو و از روی و موے تو
از من کہ وائے بر من و بر روزگار من

از دستہ دستہ شہل و گل رخت خواب تو
وز ہشتہ ہشتہ دود و شرر بود و تار من

۱ - مدوح کی لیکیاں اور اچھالیاں لکھنے والا فرشتہ ۔

۲ - مداح کی برالیاں اور بدھلیاں قلمبند کرنے والا فرشتہ ۔

نواب ذوالفقار بہادر کہ ہوا۔ است
یاد تو دو مصائب فلک ذوالفقار من

۱۔ چتر سال ہند میا کے خاندان کی ایک لڑکی کسی لڑائی میں
بھ خاں ہنگش کے ہاتھ آگئی۔ ہاسی واؤ بیشوا نے اسیرانہ جنگی
کو چھڑانے کا انتظام کیا تو چتر سال نے اس لڑکی کو واپس
لینے سے انکار کر دیا، کیونکہ وہ مسلمانوں کے ہاسی اسیر
رہ چکی تھی اور غالباً مسلمان ہو چکی تھی۔ بیشوا نے اسے
اپنے محل میں داخل کر لیا اور اس خاتون سے اس درجہ مسحور
ہوا کہ ایک لمحے کے لیے بھی اس سے الگ نہیں رہ سکتا تھا۔
اس کے بیٹے کا نام شمشیر بہادر رکھا گیا، جو کھنم کھلا
اسلام کا دم بھرنے لگا۔ مرہٹوں نے شمشیر بہادر کو باندھ
بطور جاگیر دے دیا۔ پھر اس کا فرزند علی بہادر اول اس
جاگیر کا ناظم رہا اور اس نے مزید علاقے فتح کیے۔ علی بہادر
اول کا فرزند ذوالفقار بہادر تھا جس کی مدح میں یہ قطعہ ہے۔
میرزا سے ذوالفقار بہادر کا رشتہ بھی تھا۔ و شفیق کے نام ایک
خط میں لکھتے ہیں :

”میرا ایک بھائی، ماموں کا بیٹا نواب ذوالفقار بہادر کی
حنیفہ خاں کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشین حال (علی بہادر)
کا چچا تھا اور وہ میرا ہم شیر بھی تھا۔ یعنی میں نے
اپنی مائی کا اور اس نے بھوپھی کا دودھ پیا تھا، وہ باعث
ہوا تھا میرے باندھ و بندھیل کھنڈ آنے کا۔“

ذوالفقار بہادر کا انتقال ۱۸۴۹ء میں ہوا اور اس کا فرزند علی بہادر
دوم رئیس باندھ قرار پایا۔ اسی کے متعلق میرزا لکھتے ہیں :
غالب خدا کرے کہ سوار مسند لازم
دیکھوں علی بہادر عالی گھر کو میں

ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے ریاست چھین لی اور
علی بہادر دوم اندور میں مقیم ہو گئے جہاں انھیں تین سو روپے
ماہوار پشن ملتی تھی۔ ۱۸۷۳ء میں وہیں انتقال کیا۔

دانی کہ در فراقِ تو اے رشکِ مہر و ماہ
 روزم سہ ترست ز شیبہایِ تارِ من
 آلودہ دامن نہ کند روزِ بازپرس
 در خونِ تپیدنِ دلِ آمیدوارِ من
 خمِ خمِ شرابِ عریذہ داری ، ذکرِ چراست
 خاطرِ شکستن و لشکستنِ خمارِ من
 خود در ہوائِ نامہ نازِ تو بودہ است
 گنجینہ پاشیِ کفِ گوہرِ شہارِ من
 اے صد ہزارِ فصلِ ربیعیِ انارِ تو
 وے یشہارِ مرگِ طبعیِ دو چارِ من
 اے از خیال و وہمِ فزونِ اختیارِ تو
 وے از شہارِ خلقِ برونِ اضطرارِ من
 آرم بہ استعارہ دو مصرع ز استاد
 گردِ سرِ تو زندگیِ مستعارِ من
 ”یادم نمی کنی و ز یادم نمی روی
 عمرتِ دروازِ بادِ فراموشِ کارِ من“
 باید نگاہ داشتن اندازہٴ ادب
 کوتہ کم سخن ، نہ فضولی ست کلامِ من^۱

۱ - میرزا نے خود اس قطعے کا عنوان لکھا تھا :

”مدحِ سکاکی لوابِ ذوالفقارِ چادرِ مسندِ آراے بالہ بہ اندازِ شکایت“

فراموشی بہ رنگِ گرمِ خوبی و گرمِ چوشی ۔“

مرا در یخودی نظاره گایست
تعالی شانه ، الله اکبر

فد باغستے کہ در چٹائی بخی
گل و ریحان و شمشاد و صنوبر

صیت نام نورانی بتائے ست
ز سحائے نکویاں دلکشا تر

فضائے دروے از فیض الہی
بساطے دروے از مہرِ ہمبر

صباحش را صباے جلوہ بالا
بساطش را نسیمے روح پرور

صباحش چون دلِ عارف منزہ
نسیمش چون دمِ غالب معتبر

نسیمش رنگ و بوے ہشت گلشن
صباحش آبروے ہفت کستور

نسیمش چون دمِ عیسیٰ روان بخش
صباحش چون کفِ موسیٰ منور

صباحش را سرشت از غارِ حور
نسیمش را نہاد از موجِ کوثر

صباحی را شہودے در مقابل
سیمش را ہشتے در برابر

دم صبحش ز مہر آئینہ در کف
سیمش از بہار ان حلقہ در ہر

دم صبحش بہ فیروزی مشخص
سیمش در دل فیروزی مصور

دم صبحش ضیاء الدین احمد
سیمش ذوالفقار الدین حیدر

۲۷

آن پسندیدہ خوے عارف نام
کہ رُخش شمعِ دیوانِ منست

از نشاطِ نگارشِ نامش
خامہ رفائض در بنانِ منست

آنکہ در بزمِ قرب و خلوتِ انس
خمسارِ مزاج دانِ منست

زورِ ہازوے کاسرافِ من
راحتِ روحِ ناتوانِ منست

ہم نفس گشتہ در ستاشر من
ہم مسیحا کہ مدح خوان منست

ہم تو لا قدام نام علی ست
چون نباشد چنی کہ جان منست

ہم بروے تو مائل مائل
کاین گل باغ و بوستان منست

ہم ز کاک تو خوشدلم خوشدل
کاین نہال نمر نشان منست

سود سرمایہ کمال منی
سخت کنج شاہگان منست

جائے دارد کہ خویش را نازی
کہ فہور تو در زمان منست

جائے دارد کہ خویش را لازم
کہ فلائے ز پروان منست

ہم یقی دان کہ غیر من نبود
کو نظیر تو در گمان منست

جانودان باش ، اے کہ در گیتی
سخت عمر جانودان منست

اے کہ میراث خوار من باشی
اندر آردو کہ آن زبان منست

از معانی ز سبده فیاض
یاد آن تو، هر چه آن مست

۲۸

ای کلک تو در معرضی تحریر، گهر باش
وے تیغ تو در موقف بیکار، سرافشان

ای کوے تو چون عرصه گلزار فرح بخش
وے دست تو چون پنجه خورشید زرافشان

ای بوی تو بر مغز صبا، غالیه بما
وے خشم تو در پیرین جان شرر افشان

در روزگه از بزم تو صفا منزلزل
در یزگه از جود تو کفها گهر افشان

در محکم از عدل تو جانها طرب آباد
بر مائده از فیض تو لبها شکر افشان

در شوق تو با خویش کنم عهد که بان دل
چندانکه توانی به طلب بال و پر افشان

در هجر تو بر دیده زخم بالنگه بان چشم!
گر خون نبود از سزه لخت چگر افشان

آیا چه شد آن دیده که بودی دلم از دست
باری چه شد آن نخل که بودی نمر افشان

جاوید بمان ناز و چون لعل بهاری
چندان که شمر بیش رسد بیشتر افشان
هم بوی نشاط از گل ذوق سخن انگیز
هم کرد کسب از ریش جنس پیر افشان

۲۹

ای که والای متاع سخن
میتوانی که در نظر سنجی

کنج قارون رود به پاسنگی
بر کرا باید پیر سنجی

باید فضل من گرایش تست
بس بود گو خود این قدر سنجی

دالیم بیش ازیں کرا نماید
باز احسان خویش گر سنجی

بو که از ساز نطق زمزمه
به نوا سازی اثر سنجی

این نخواهم که در ستایش خویش
بیکرم را به سیم و زر سنجی

بر خریدار عرضه ده گهرم
تا برم سود در گهر سنجی

اے آن کہ خود بہ سہرے ہروری سرا
لڑ غیبِ مزدِ کار تو اجرِ عظیم باد

راے تو در زمانہ بہ امضائے کارہا
با اہتمام سہمِ سعادت سہمِ باد

دو صبحِ دولت تو زکھائے رنگِ رنگ
دائمِ مشامِ دہر رہیں شمعِ باد

آن دم کہ مردہ را بہ اثرِ زندہ ساختی
در باغِ طالعِ تو بجائے شمعِ باد

باشند آبِ گر بہ رشتِ جہرِ دفعِ گرد
ہر قطرہ زانِ نمونہٗ دگر یتیمِ باد

ہر صیغہ کہ وضعِ وے از جہرِ امرِ تست
فارغِ ز ننگِ زحمتِ تقدیمِ سیمِ باد

۱ - ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں نواب یوسف علی خان فرماں رواے رام پور نے انگریزوں کی جو خدمات انجام دی تھیں ، ان کے صلے میں دوسرے اعزازات کے علاوہ نواب مرحوم کو ضلع مراد آباد سے کاشی اور کا علاقہ دیا گیا تھا جس کی آمدنی آس زمانے میں ایک لاکھ چار ہزار چار سو تھی ۔ یہ قطعہٴ تہیت آس عطیے سے متعلق ہے ۔

کو چہر خویش نیز دعاے ذم چہ ہاں
این لغت ہم گزیدہ طبع سلیم ہاں

آزادہ ام خلوص وفا شیوہ من است
راہم ورائے مسلک امید و بیم ہاں

چون رہرویکہ بر خطِ جاہدہ رہ رود
پیوستہ سحر من بہ خطِ مستقیم ہاں

مانند فکر من رخِ بخت تو دلفروز
مانند کلک من دل دشمن دولیم ہاں

پابستہ زمان و مکان است درد مند
گر خود رود بہ کعبہ بریں در مقیم ہاں

شادم بہ کنج امن و تگوم کہ بندہ را
خشتے ز زری خالط و خشتے ز سیم ہاں

مقصود از لباس ہاں پوشش تن است
پوشش گو از حریر نباشد ، کلیم ہاں

بالجملہ این صہبت کہ سرچوش فکرت است
در خورد لطف خاص و عطاے غیم ہاں

تسواب مہر مہر منوچہر چہر را
حاصل جہاں یوسف و قرب کلیم ہاں

چون غنچہ کہ پہلوے گل بشکفت بہ باغ
ملک جدید شامل ملک قدیم ہاں

بردم ترا به خلوتِ راز و به بزمِ آتش
روح الامیں مصاحب و غالبِ ندیم باد

۳۱

فرزانهٔ بگانهٔ ادمستن بهادر
کاموخت دانش از وی آئینِ کاردانی

در محفلِ نشاطش زہرہ بہ نغمۂ سنجی
بر گوشۂ رباطش کیوان بہ پاسجی

اے شمعِ بزمِ صورتِ روی تو در فروزش
وی موجِ بحرِ معنی ز اے تو در روانی

دائم کہ مے شناسی کاکدرِ قلمرو بہند
کس در سخن نہ دارد چون من گہرِ فشانی

از غم چنان ستوہم کاینگ بمائد با من
تابِ سخن طرازی ، لیروے مدحِ خوانی

اکنون در آتشِ غم با داغ ہم نشینم
در لطف بود زین پیش با شعلہ ہم زبانی

سوزان چو شمع بودن دانی کہ مے توانم
داغ از دلم زدودن دائم کہ مے توانی

در آتشم پیغین قا سربسر بسوزم
گر خود بمے گرانی کابی را فروشانم

از حضرت شہنشاہ خاطر نشان من بود
در مُزدِ مدح سنجی صد گونه کاسرائی

ناگہ ز تند بادے کل غامت در قلمرو
بر ہم زد آن ہا را نیرنگ آسانی

در وقتِ فتحہ بودم غمگین و بود با من
زاری و یشوائی ، پیری و ناتوائی

حاشا کہ بودہ باشم باغی بہ آشکارا
حاشا کہ کردہ باشم ترکِ وفا نہائی

از تہمتے کہ بر من بستند بدسگلاں
حکام راست با من یک گونه سرکرائی

در بہریم ازین غم جز مرگ چارہ نبود
خود بہر گشتے من بودے اگر جوانی

دارم شگوفِ حالے از مرگ و زیست بیرون
جان گرچہ بست شیعری ، تلخ است زندگانی

رونی قزائے ملکی در معدلت طرازی
امید گاہِ خلقی در منفعتِ رسانی

زان ہم کہ از تو در دل نومید گشتہ باشم
ہیچ آرزو ندارم جز مرگِ ناکہائی

۳۲

اے خیالوندِ ہنرمندِ ہنرور پرور !
 صہر دیدار ، فلک مرتبہ ، سیسل یلٹن !

ہرچہ از جاہِ فریدونِ شہری تا پوشنگ
 ہرچہ از شوکتِ کسریٰ لگری تا بہمن

شود اس تذکرہ چون لفظِ مکرر بہکار
 رود آنجا کہ ز لفظِ شکوہ تو سخن

یہ امید تو ام از باری اختر فارغ
 در پناہ تو ام از گردنِ گردونِ این

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ماورائے منطج کا کمشنر مقرر ہوا ، پھر فائنل کمشنر (۱۸۵۳ع)۔
 حکومت ہند میں امور خارجہ کا سیکریٹری (۱۸۵۵ع) ، پھر
 لفٹنٹ گورنر صوبہ "عرب و شہال" (جنوری ۱۸۵۹ع۔ فروری ۱۸۶۳ع)۔
 نیز دیکھئے قصیدہ نمبر ۴۴ (کلیات نظم فارسی) جو مارچ یا
 اپریل ۱۸۵۹ع میں ایڈمنسٹریٹو کے لیے لکھا گیا تھا ، جب وہ
 صوبہ "عرب و شہال" کا لفٹنٹ گورنر مقرر ہو گیا تھا ۔

۱۔ سیسل یلٹن (۱۸۱۶ع۔ ۱۸۸۰ع) مختلف عہدوں پر مامور
 رہنے کے بعد ۱۸۵۳ع میں ہوم سیکریٹری اور ۱۸۵۹ع میں
 فارن سیکریٹری مقرر ہوا ۔ ۱۸۶۰ع سے ۱۸۶۲ع تک سپریم
 کونسل کا رکن رہا ۔ آخر میں ہنگال کا لفٹنٹ گورنر قرار پایا
 (۱۸۶۲-۱۸۶۷ع)۔ یہ قطعہ بظاہر اُس زمانے کا ہے جب وہ
 فارن سیکریٹری تھا ۔

مسکن من به جهان صورت مدفن دارد
به زمین بسکند فرو برد مرا بار من

آن کرم پیشه پرست ، دگر آن استرنگ
آن جسمی قاسم و ماذک و حے مکتانی

همه را بود بدین خسته چگر ، در هر وقت
خواندن از رأفت و از راه کرم پرسیدن

حیف باشد که ز الطاف تو ماند محروم
بچه من بنده دیرین و تنگ خوار کهن

نالم از غم که نه شایسته و درخور باشد
خاص در عهد تو ناکامی و نومیدی من

۳۳

جان جاکوب بهادر که ز یزدان دارد
خوبی خوی و فروزندی جوهر رای

طالعش حوت بود تا به نظرگاه کمال
مشتی سوسه سعادت بودش راهنای

به حمل مهر درخشان و عطار دایه
چون دیرینه که بود پیش شهنشاه به پای

به سوم خانه که ثور است مه و زهره و رأس
آن یکم در شرف خویش و دگر خانه خدای

به نهم خانه ذنب عقده طراز و برجیس
به قوی پنجگی از کار ذنب عقده کشای

دلو کان زایل ساقط بود از روی حساب
کرده سرخ و زحل بر دو دران زاویه جای

مهر در ساقط مایل شده شمال طراز
ماه در زایلِ ناظر شده آئینه زدای

بر دو شیر ز شرف یافته اقبال قبول
بر دو کوکب ز خوشی آمده الدوه ربای

زهره و ماه بهم فترخ و فترخ ترازان
که شود رأس بدین فرخی اندازه فزای

ماه و ناپید به تسدیس به طالع نگران
زده برجیس به تثلیث دم مهرگرای

نظار کلفت حسین ز طالع ساقط
چشم بد دور ازین طالع عالم آرای

آن که این اختر مسعود نگارد غالب
چهر تحریر مداد آورد از ظل پهای

۳۲

ایا به کوشش و بهشتش رئیس ملت و ملک
ایا به دانش و بینش مدار دولت و دین

غبارِ راه ترا آفتابِ ذره نشان
لواے جاه ترا روزگار سایه نشین

به داستانِ تو شد در سیاهِ رالده زبان
بر آستانِ تو به در سجود سوده چپین

هم از روانِ حکمِ تو در دل اندیشم
که خاتمِ تو ز الهامِ تیغ داشت نگیں

هم از بلندیِ جاهِ تو در نظر دارم
که منظورِ تو ز سطحِ سپهر یافت زمیں

کشاده لب به اسان چرخ تا کشیده کمان
کشیده رخت به خون فتنه تا کشاده کعبین

پس از ثنائے تو دارم سر ستایشِ خویش
سخن شناس چنان و سخن سرای چپین

منم پدیر که پیش از وجود لوح و قلم
به خامه شیوه تحریر کرده ام تلقین

قلم ز نسبتِ دستم نهالِ روضه خلد
ورق ز صنعتِ کاکم نگارِ خانه چپین

دلخ خزینه رازِ دو عالم ست ولی
ز بے زبانیِ خویشم به گنجِ راز امیں

نہشته ام به ثنائے شمع ستاره سپاه
قصیده که ز خوبی بود بدان آئین

کہ گر یہ شاہ دہی، شد کیاں کند کہ وزیر
 بروے تخت فرو رخت ز آستین پرویں
 قصیدہ کہ گرش بر گزشتگان خوانند
 ز ہم فنان نو آئیں ترانہ پیشین
 کیاں را بہ عناد از نفس چکد زہراب
 ظہیر را ز حسد در جگر خلد زوہیں
 چہ خوش بود کہ بری پیش شاہ و عرضہ دہی
 کہ اینت پیشکش شاہ سلک در مہیں
 حریص بخشش شایم، ولے پس از الصاف
 نوازش صلہ خواہم، ولے پس از تحسین
 آمید جائزہ و چشم آفریں دارم
 ز ہادشاہ سخن رس ہم آن خوش است و ہم این
 سخن دراز شد، این پردہ تا کجا ستجم
 گرفتہ آن کہ دل از کف برد نواہے حزین
 دگر ز بہر بقاے تو و سلامت شدہ
 ز من نواہے دعا ی و ز روزگار آہیں

۱۔ "باغ دو در" میں میر احمد حسین میکش کے نام میرزا کے تہرہ فارسی مکتوب شائع ہوئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ میکش ۱۸۳۸ء میں دہلی سے رام پور چنچا۔ وہاں ملازمت مل گئی۔ بیس روپے تنخواہ مقرر ہوئی۔ میکش نے اس پر فضاہت نہ کی اور لکھنؤ پہنچ گیا۔ وہاں اس نے کوشش کی کہ کسی (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

۳۵

چار در چمن انداز گل قشاق کرد
 بشاخِ نخلِ کتنا سحر مبارک باد
 زمانہ بزمِ طرب را ز الحیم آئیں بست
 طلوعِ مہر و فروغِ سحر مبارک باد
 عروسِ ملک بہ آرایشِ دواں جہاں
 بہ شاہزادہٗ فخر گنہر مبارک باد
 بہ پور شاہ جوان بخت در سلامتِ شاہ
 نشاطِ فتح و نویدِ ظفر مبارک باد

(پہلے صفحے کا پتہ حاشیہ)

ذریعے سے میرزا کا کوئی قصیدہ واجد علی شاہ کی مدح میں پیش
 کر کے صلہٴ شاہان حاصل کر لے۔ میرزا کے پاس قصیدہ لیا تھا۔
 (کلیات نظم فارسی کا قصیدہ نمبر ۱۵) آخر میرزا نے لکھا
 کہ یہ قصیدہ قطب الدولہ کے ذریعے سے پیش ہو۔ قطب الدولہ
 کے نام ایک مکتوب اور ایک قطعہ بھی بھیجا جس کا پہلا شعر
 یہ ہے:

ایا بہ کوشش و بخشش رئیسِ ملت و ملک
 ایا بدانش و پیشِ مدارِ دولت و دہن

پھر قصیدہ بھی بھیج دیا جسے قطب الدولہ نے ہارنگھ خسروی
 میں پیش کر دیا۔ مولانا ضمیر نے وہ قصیدہ پڑھا۔ واجد علی
 شاہ نے قطب الدولہ کو حکم دیا کہ کسی دوسرے موقع
 پر یاد دلانا، تا کہ شاعر کے لیے صلہٴ تحویز کر دیا جائے۔
 (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

ذکر بہ شہر جنبست کشان موکب خاص
زدند کل بہ سر رہگزر مبارک باد

شہر فرشتہ سپہ شد سوار ، نوبت عجب
کہ بشنوند ز دیوار و در مبارک باد

غبار راہ گزر سرمہ سلیمانی است
مقامے آئند ہائے نظر مبارک باد

صلائے عام کماشائے جشن جمشیدی
بہ عہد خسرو جمشید فر مبارک باد

(پہلے صلیحے کا بقہ حاشیہ)

ابھی کچھ طے نہیں ہوا تھا کہ قطب الدولہ اور اس کے دوسرے ہم مشروب دوبار سے نکال دیے گئے ۔ یہ ۲ جون ۱۸۵۰ء کا واقعہ ہے ۔ لیکن قطب الدولہ نے نکالنے کے بعد قصیدہ مع عرض داشت میرزا کے پاس دہلی بھیج دیا اور انہوں نے دوبارہ وہ قصیدہ مع عرض داشت نواب محمد علی خان بہادر عرف میرزا حیدر کے پاس ارسال کر دیا ۔ (کلیات لٹر غالب (فارسی) صفحہ ۲۲۰-۲۲۱)

قطب الدولہ اور اس کے ساتھی گوتے تھے اور فن موسیقی میں سہارت پسندی بدولت واجد علی شاہ کے مصاحب بن گئے تھے ۔ قطب الدولہ کا وطن دہلی تھا ، جہاں اس کے خاندان کے بعض افراد کچھ عرصہ بیشتر تک دہلی میں موجود تھے ۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا بیان ہے کہ ان میں سے ایک شخص عارف کو مسیح الملک حکیم اجمل خان نے سائبر کونٹہ میں ملازم رکھوا دیا تھا ۔ اچھے بہادر شاہ کی غیر مطبوعہ ٹھہریاں یاد نہیں ۔ مطبوعہ قطعے کے شعر ایسے ہیں اور میرزا نے اصل قطعے کے شعر متائیس بنائے ہیں ۔ اغلب ہے باقی شعر نثرانی میں حذف کر دیے گئے ہوں ۔

نہ اہل شہر رضا جوی شہریار خودند ؟
بلے ہم یک دگر از یک دگر مبارک باد

ہم من کہ از ستر چرخ تیزگود سرا
کم است ساز طرب و بیشتر مبارک باد

ہم روئے چتر ز بالا ہے نشانہ مشک
ہم بوئے گل ز ہوا بال و ہر مبارک باد

ہم دیدہ بیش و بیش ہم جلوہ گام رواست
بقائے پادشہ دیدہ و ہر مبارک باد

عظائے شاہ ہم نزدیک و دور یکمان است
ازیں نشاط ہم کوران خبر مبارک باد

چو شد لٹار شہنشاہ قبول دیگر یافت
ہم سہر آرزو لعل و گہر مبارک باد

ہم پادشہ نظر انجم و ہم انجم چرخ
شہار کثرت ذوق نظر مبارک باد

ہر آنچہ درد و جہاں دست مایہ ناز است
ہم قبلہ دوجہاں ہوظفر مبارک باد

لوای و ہرچم و اوونگ و چاربالش ناز
نکین و تیغ و کلاه و کمر مبارک باد

دگر خطاب زمین یوس بالہ از نفسی
شرف ہم غالب آشفہ سر مبارک باد

بلند نام جهان داورا بہ ہفت افلیح
طراز سکۂ ناست بہ زو مبارک باد

ترا بقا و بقا را سعادت ارزانی
مرا دعا و دعا را اثر مبارک باد

۳۶

دیدہ ور یوسف علی خان کز فروغِ راستے او
سہرِ تابان برد قسطِ فیض و من ہم یاقم
از ولِ عہدش سخن رانم کہ چون ماہِ منیر
طلعتش را دیدہ روشن ساز عالم یاقم
وای دگر فرزاندِ فرزندِ فرہ مندش کہ ہست
کو کجے کش در دلِ افروزی مسلم یاقم
خواست تا سازد بہ آئینِ پہنش کد خدا
شاد گشتم چون خبر زینِ جشنِ اعظم یاقم

- ۱۔ اس قطعے کا تعلق شہزادہ جوان بخت کی شادی سے ہے۔
مولانا عریضی نے دہلی اودو اخبار کی اشاعت ۱۱ اپریل ۱۸۵۲ء
مطابق ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۲۶۸ھ کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ
۲۷ مارچ ۱۸۵۲ء کو رسمِ ساجی ادا ہوئی۔ ۳۱ مارچ کو
شہزادے کے مہندی لگی۔ یکم اپریل کو برات روانہ ہوئی۔
۲ اپریل کو وداعِ عروس عمل میں آئی۔ ولی داد خان چادر
(والد ماجد عروس) نے جو جہیز وغیرہ دیا، وہ بھی ”زائد از
مخلفہ“ خاص و عام لایا و ہوا۔“ یہ قطعہ اسی موقع پر لکھا
گیا تھا۔

چہرہ بُردم در تصور زان یابیوں انجمن
ہسکہ در خود طاقتِ ریخِ سفر کم یافتم

بزمِ طویٰ فترخِ حیدر علی خاں را بدیر
خوشتہ و خستہم تراز بزمِ کے و جم یافتم

سالِ اہی دولتِ فنا شادی بہ اسماعیلِ نظر
مشتہری یا زہرہ در طالع فراہم یافتم

۳۷

چارِ ہند کہ نالند ہر شکلِ آن را
ہس از دو سالِ ہر اہلِ جہاںِ مبارک ہاد

بہ باغ و کشت و بیابان و کوہ سر تا سر
سحاب و سبزہ و آبِ روانِ مبارک ہاد

- ۱۔ اس قطعے کا تعلق نواب میر یوسف علی خاں والی رام پور کے دوسرے صاحبِ زادے سید حیدر علی خاں کی شادی سے ہے ، جو ۱۷ ذی حج ۱۲۷۷ مطابق ۲۷ جولائی ۱۸۶۱ء کو ہوئی تھی اور میرزا کو بھی اس میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ وہ شریک نہ ہو سکے تاہم نواب یوسف علی خاں نے ”پرخلوص روابط اور فکر و منزلت کی بنا پر میرزا کے لیے دہلی میں روزہ و خلعت پہنچانے کا انتظام کر دیا۔ قطعے کا تعلق اس نواب مرحوم کی اسی نوازش سے ہے۔ اس میں ولی عہد سے مراد نواب کلب علی خاں مرحوم اور ”واں دگر فرزانہ فرزند فرہ مندش“ سے مراد صاحبِ زادہ سید حیدر علی خاں ہیں۔ ”مشتہری“ اور ”زہرہ“ کے اعداد میں ”طالع“ کے اعداد شامل کر لینے سے قاریخ نکلتی ہے۔

گزشت عہدِ سموم و وزید بادِ خنک
ز چان بہ، تن دگر از تن بہ، چان مبارک باد

اگرچہ رحمتِ عام ست لیک بالاختصاص
بہ، رام پور گران تا گران مبارک باد

ز برگ برگ لیستان کہ گردِ آن شہر است
رسد بہ گوش چنان کز زبان مبارک باد

ز البساطِ پُر است آن چنان کہ از رگِ ابر
بہ جامے قطرہ تراود بہاں مبارک باد

سپس بعد از گرام کہ اہلِ دالشی را
شود ہر آئہ خاطر نشان مبارک باد

خود ابر و باد بہ کیتی ز دیر باز نہ بود
عطیہ ایست کہ ہر ہمکنان مبارک باد

معاف ہاشم اگر خود ز خویشتن ہرسم
بہ رام پور خصوصاً چنان مبارک باد ؟

چو رام پور بود وجہ تازہ رونقِ دہر
ز ہر چہ این ہمہ گل کرد آن مبارک باد

ز لبضِ ہمتِ فرمانروائے آن شہر است
کہ وردِ خلق بود ہر زمان مبارک باد

ظہورِ میمنتِ کتخدائیِ فرزند
ہوانِ رئیسِ سپہر آستان مبارک باد

کہ مہمان حق است آن و ما طفیلِ او
 نزلِ مائدہ بر مہمان مبارک باد

بہ جیب و دامنِ مردم ز بخششِ نواب
 متاعِ خاصہٴ دریا و کانِ مبارک باد

کشایش در گنجینہ وانکہ از در گنج
 بدر شتافتنِ پاسبانِ مبارک باد

بہ طالبانِ زر و سیم ، سیم و زر قترخ
 بہ سالکانِ تہی کاسہ ، نانِ مبارک باد

بہ من کہ نشنہ لبِ بادہ ہائے بر زورم
 از آن میانِ دوسہ رطلِ گرانِ مبارک باد

مکوز شادیِ اہلِ زمیں کہ می گویند
 فرشتگانِ بلند آسمانِ مبارک باد

بدین ترانہ کہ ہاں اے امیرِ شاہ نشان
 نویدِ قترخِ جلودانِ مبارک باد

بہ شہریار و ولیعہد و شاہزادہ عہد
 خوشی و خوبی و امن و آمانِ مبارک باد

ازان جہت کہ ستایشِ نگارِ نوابی
 ترا ہم اے اسدِ اللہ خانِ مبارک باد

۳۸

چم چشم شاہزادہ فتح الملک
مرحبا طالع مظفر تو

خود ظفر ہے تو ناکام بود
گرچہ جزوے ست از ظفر طر تو

اے کہ از روئے نصبت ازلی
درخور افسر ست گواہر تو

نہ ز تفصیر ، بلکہ آزادی ست
افسر از جا نہ کرد ہر سر تو

نہ ز تعطیل ، بلکہ از خوبی است
ہماکت گر نشد مسطر تو

بادشاہ قلمرو نازی
کلیہ کج خوش است افسر تو

مرزبان مالک حسنی
ملک دلہا بس است کشور تو

۱۔ شہزادہ غلام نضر الدین عرف میرزا بغرو چادر شاہ ظفر کے
ولی عہد تھے۔ شہزادہ موصوف میرزا غالب کے شاگرد تھے اور
انہیں چار سو روپے سالانہ دیا کرتے تھے۔ دس روپے ماہانہ
الک ہاتر علی خان اور حسین علی خان کے لیے دیتے تھے۔
جولائی ۱۸۵۶ء میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی مدح میں قصیدے
ابھی موجود ہیں۔

هم فلک را بپاشد این رفعت
کش توان گفت طرف منظر تو

این که پنداشتی فلک نبود
جز غبار رم لکاور تو

وین که دانسته ای زمین نبود
جز فضائی فراخ بر در تو

ای که باشد فروغ اختر روز
نعمه از فروغ اختر تو

آفتابی و شیر مرکب تست
آسانی و جبهه شیر تو

مهر و ماه صرف آب و گل کردند
تا یاراستند بیکر تو

فرسد تا ز چشم زخم گزند
گشت انجم سپید مجمر تو

رنگ بازو ز بس لک و روشی
لاله در پیش ورد احمر تو

باله از بس بلند بالائی
سرو در سایه صنوبر تو

بند از برگ بوئی گل احرام
در هوائی طوائف بستر تو

آورد خطِ بدی رحان
پیش گاهِ خطِ معجزِ تو

اے کہ باتِ خطِ غلامی من
نامِ آبِ من بددقتِ تو

پیش ازین گرچه ز اقتضای قضا
بندہ را رہ نہ بود بر درِ تو

می شمردم ولے ز رویِ شام
خویش را زاتہ خوار و چاکرِ تو

خستہ دہرم و بود بہ سخن
دور من تیز تر ز خنجرِ تو

نیست در ہذل کسی قرینہ من
لیست در ہذل کسی برابرِ تو

اہری و جوئے خضر رشحہ تو
تہی و فتحِ ملکِ جوہرِ تو

غالبِ مے کشم نہ گستاخی است
گر کنم عرضِ مدعا بر تو

چشم دارم عطیہ تحسینی
از لبِ لعلِ روحِ پرورِ تو

تشنہ بادہ ام ، تکلف چیست ؟
بہ منی قانعم ز کوثرِ تو

رلدِ آزاده ام چرا نہ خورہ
 یادہ از دستِ فیض گستر تو
 آن کرم کن کہ در جہانِ خراب
 تا زم سے خورم ز ساغرِ نو
 خوش بود گر بہ جرعهٔ یاشم
 ہم دعا گوے و ہم ثنا گر تو
 لطفِ خاصِ تو یادِ یاورِ من
 ایزدِ پاک یادِ یاورِ تو

۳۹

در ثنائے معظم الدولہ
 عقلِ فعالِ ہمزبانِ من است

”مُعظم الدولہ“ سرٹائس چارلس میکلف کا خطاب تھا۔ (۱۸۴۸ع)۔
 ۱۸۸۳ع) وہ طویل مدت تک دہلی کا مجسٹریٹ رہا، جہاں عالی شان
 مکان بنوایا تھا۔ ۱۸۵۷ع کے جنگیے میں مکان تباہ ہو گیا اور اس
 نے اہل دہلی سے اپنے نقصان کا شدید التماس لیا۔ سیکڑوں بے گناہوں
 کو موت کی سزا دوائی۔ مدت ملازمت پوری کر کے ولایت چلا گیا۔
 اس نے ”غدر“ کے دو اردو روزناموں کا ترجمہ انگریزی میں شائع
 کیا تھا۔ ایک سعید الدین حسین خاں کا اور دوسرا جیون لال کا۔
 پھر ان دونوں کا ترجمہ خواجہ حسن نظامی مرحوم نے اردو میں
 کروایا اور ”غدر کی صبح و شام“ کے نام سے شائع کیا۔ اس کے
 روزانہ پیدا ہونے پر بھی میرزا نے ایک قطعہ کہا تھا جو آگے آ رہا ہے۔

منش امید که خود منجم
عقل منجمد که قدردان من است

من خداوند خویشین گویم
عقل گوید خداپسندان من است

عقل گوید نعم ، اگر گویم
آستان وے آسبان من است

گویم آری اگر خرد گوید
رای وے شمع دودمان من است

در پیر من ثنا کمر عظم
در سخن عقل مدح خوان من است

من ز خود رفته رسائی عقل
عقل دلدادہ بیان من است

ہاں و ہاں گرچہ عقل دور الدیش
دور و مدح ہم عنان من است

لیکن از روے رشک ہم سخنی
بھو سود خود و زیان من است

من عیار خرد ہمی گیرم
عقل در بند امتحان من است

ہرچہ از غیب در دلم ریزند
عقل گوید کہ ہم از آن من است

برچه دانش ز خاص انگیزد
گوم آورده بتان من است

من سخن گوی و عقل گوم نزاع
کای متاعی است کز دکان من است

عقل الدیشه زای و من بدفغان
کای حدیث است کز زبان من است

غالباً گم به حضرت ثواب
کفتمی قطعه ارمغان من است

عقل بر مصرع مرا به گزاف
کفتمی ای ناوک از کبان من است

لاجرم مهر بر ورق زده ام
خود بیی نام من نشان من است

۴۰

چون بر یزار و پشتبد و چل فزود شش
فوشد شاز سال درین کاخ ششدری

ناکه درین زمانه فترخ که آفتاب
در داو جالے داشت به توابع مشتری

روزی که بست و پشم ماه گذشته بود
وان بود چار شنبه آخر ز جنوری

دشته که بر کتاره دریاے شتاج ست
گردید جلوه گاه دو ستار سکندری

بستند از دو سو دوسه صف به عزم جنگ
بر خویشتن دمیده نسون دلاوری

زین سو بهادران جهان جوئے نامدار
استاده زبیر ظلِ لواے گورنری

دریا کشان میکده علم و آگهی
مشائیان قاعده جاه و سروری

از حق اسدوار به نوحده طالعی
با خلق سازگار ز پاکیزه گوهری

زان سو سیدالان کج اندیش پندار
در سر فکنده بادِ خلاف از سیکمری

داعِ چینِ دهر ز ناپاک مشربی
روزر سیاهِ خویشتن از تیره اختری

از مقرب آن رسیده پسانِ سواد شام
از مشرق این دمیده چو غورشیدِ خاوری

دلها ز تاب کینه چنان گرم شد که کرد
بر قطره خون به بجمره سینه اخگری

دانا دلان دادگر انگند را
بخشیده حق ز بسکه به پر شیوه برتری

دارند ہم بدلیغ زنی زور رستی
دارند ہم بہ کج کاسی فتر قیصری

ہستند راہِ خصم و شکستند فوجِ خصم
از رویِ چہرہ دستی و زورِ غضنفری

با دشمنانِ دولتِ فرماندہاں شوق
دولت نہ کرد ہسری و بختِ بلوری

لاہوریانِ ہرزہ ستیز و گریزِ ہای
کردند در گریزِ دغاخی و سرصری

چل توپ کانِ بنالہ بہ میدانِ کارزار
با چان آن گریختگانِ کردِ اژدہی

سر ہائے شاہِ شکستہ بہ چوگانِ ز بے بانی
تن ہائے شاہِ فتادہ بہ میدانِ ز بے سری

عنوانِ فتح نامہٗ پنجابِ بودااست
سبائے اہی فتوح کہ فتحے ست سرسری

ابنِ قطعہ ہی کہ کرد اسد اللہ خانِ رقم
روزِ دو شنبہٗ دومِ ماہِ فروری

۱۔ اس قطعے کا تعلق سکھوں اور انگریزوں کی پہلی جنگ میں آغوا لہری کی کامیابی سے ہے۔ انگریزوں نے بے در پے فیصلہ کن فتوحات کے بعد سکھوں کو پس پا کر دیا تھا اور آخری بڑی لڑائی - ہراؤں میں ہوئی جو درہائے ستاج کے کنارے واقع ہے۔ عام بیان کے مطابق اس لڑائی میں اتنے سکھ مارے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

۲۱

دی بہ ہنگامہ ہنگام فرو رفتن سہر
روئے ایروے نمود از انی چرخ ہلال

اندویش روز دل افروز بود عید سعید
عید فرخندہ فرخ رخ ماہ شوال

عید را آئند طلعت سلطان خوابم
تا بدان آئند در ہنگام آثار جال

لہ جالے کہ بود آئند ساز رخ و زلف
لہ جالے کہ بود نکتہ طراز خط و خال

بے خط و خال جالے کہ بود در اسلوب
مصدر اسم جمیل و متقابل بدجلال

(پہلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

گئے کہ جگہ جگہ دریا کا ہانی رک گیا ۔ پھر انگریزی فوج نے
دریا عبور کر کے لاہور پر ہمیشہ قدسی شروع کر دی ۔ سکھوں
نے صالح کی درخواست کی ۔ انگریزوں نے دواہہ بست جانندھر
(ماہینہ ستلج و بیاس) کے علاقہ مشرقی جانب کا سارا پہاڑی
علاقہ کشمیر تک لے لیا اور سکھوں پر ہماری تاوان عاید کیا ۔
دربار لاہور میں انگریز رینڈلٹ مقرر ہو گیا ، جس کا ہر فیصلہ
سکھوں کو طوعاً و کرہاً ماننا پڑنا تھا ۔ یہ قطعہ ۲ فروری
۱۸۴۶ء کو بروز دو شنبہ کما گیا ، جیسا کہ مرزا کے پلے
اور آخری شعر سے صاف واضح ہے ۔ سکھوں اور انگریزوں
کی دوسری لڑائی ۱۸۴۹ء میں ہوئی ، اس قطعے کو اُس سے
کوئی تعلق نہیں ۔

مظهرِ کاملِ آثارِ جهان آمده است
ذاتِ سلطانِ فرشته فر فرخنده خصال

جامعِ مراتبِ علم و عمل فتح الملک
قطرِ دین، عینِ یقین، عزِ شرف، حسنِ کمال

کر به اندازهٔ سرمایہ کند جلوه گری
الدُر آئینه بر آئینه نه گنجد بمثال

ای ارم در ره پستائی کلزار تو زار
وے زبان در دم گویائی اجلالِ تو لال

فتح خود نازدست هست به توقیر ازل
دینگران راست ز نام تو نویدِ اقبال

گوئے از دوده گشتاسپ نه پردے شهرِ روم
گر نه در معرکه نام تو همه بود به قال

زان سیاست که بود عدل ترا در همه جای
زان حراست که بود لطف ترا در همه حال

دمِ ضعیف زده در کلبهٔ روبهٔ جاروب
چشمِ شایب شده در باغِ کبوترِ خامخال

ناز بر خود کند از خست ز تیر تو عقاب
بار بر گردد اگر جست ز دام تو محزال

باد را گرد سپاه تو در آرد از پای
ابر را برق سنانِ تو کشابد قیقال

شده نشاناً ! بد تو صد حرفِ موجّه دارم
کرده ام نظمِ درین قطعه به وجهِ اجمال

قی

حیله هر طلبِ وایه به از عید کجاست
شوق می گویم امرد که هم چون اطفال

هر چه در دل گزرد خواه ز یزدان بدعا
هر چه ممکن نبود جوی ز سلطان به سوال

خواهم اما نه چو آلوده درویشان به فریب
که نمایند همی مشک و فروشند زغال

از تو گیرم به گدائی زر و پلشم بر خلق
کوی از جود تو آموخته ام بذل و نوال

فی الحال گر بودم دست به گنجینه غیب
چون شوم تشنه بچشم بد می آب زلال

بفت گنجینه پرویز نه سلجم به دو جو
تشنه پاده نایم ، نه گدا پیشه مال

چون عطای تو بود پاک ز تحریم چه پاک
می حرام است ولی می خورم از وجه حلال

آنچه می خواهم ازین توطئه دانی چه بود
کنجی از باغ و خجی از می و جامی ز سقال

بسته بر غیر در کلبه و بر نظم طراز
رفته از زاویه خاشاک و ز دل گرد ملال

کہ دران گوشہ ز خود رفتہ و گاہے ہشیار
 کہ در اندیشہ غزل سنج و گہے مدح سگال
 کہ ز اسرار ازل یافتہ در سینہ نشان
 کہ ز آثار خرد ریختہ بر صفحہ قلال
 تا بود روز بہ ہر سو کہ تند سایہ بدشاہ
 جاگزینم بہ کنار چمن و ہائے نہال
 چون شود شام ، ہم شمع فروزندہ بدیش
 از درخشندگی جوہر عقلی قہتال
 دارم امید کہ غالب اگرش عمر بود
 ہم بدینسان گزراشد شب و روز و سال
 جاودان شاہ نشان باش کہ اندر کعبہ تست
 دولت دینی کہ بود این از آسیب زوال
 دولت و عمر ازان پیش کہ گنجد بہ شہار
 شوکت و جاہ فزون زانکہ در آید بدخیال

۴۲

بر رگِ شاہ ہوسہ زد نشتر
 آہنیں دل ادب لگاہ نہ داشت

۱ - یہ قطعہ چادر شاہ کے ولی عہد ثانی شہزادہ غلام فطرت الدین
 فتح الملک کی مدح میں لکھا گیا ہے ۔

لیک دائم که اندرین پرخاش
سر آزار جسم شاه نداشت

آرے آهن که اصل شمشیر است
جز کف دست نه پناه نداشت

جزو آن کل که لیشر باشد
چون محابا ز عز و جاه نداشت

داشت لیکن ز روی راس صواب
در دل اندیشه زین گناه نداشت

در تن شاه تیره غوغی بود
و از خود از هیچ سزای واه نداشت

راه واکرد تا فروریزد
ره همین بود و اشتباه نداشت

دو سخن گر سخن بود گو باش
لنوا طعمه زد که آه نداشت

همچو سرکان که دم بدم جنید
برگز آرام هیچ گاه نداشت

درد دل با زمانه چون سی گفت
لب گویای عذرخواه نداشت

در دلم رخ نهفت از تشویر
زنی نکوتر گریزگاه نداشت

رفت و با خود گرفت غالب را
 چہ کند ، چون دگر گواہ نہ داشت
 وایے کلں خستہ خود ز تنگدلی
 راہ در سخن ہارگاہ نہ داشت
 یا اگر داشت یا نمی جنبید
 سر اگر داشت سر کلاہ نہ داشت
 داشت آہنگ ہایے بوس ، ولی
 طالع سہر و بخت ماہ نہ داشت

۲۳

ایے کہ گفتی کہ در سخن باشد
 حاصل جنبش زبان گفتن
 تا ندانی کہ راز دل با دوست
 جز بہ گفتن نمی توان گفتن
 خامہ را نیز دو گزارش شوق
 بہت دستے بہ داستان گفتن
 گر قلم و زبان ترا نہ یکے ست
 این نوشتن شہار و آن گفتن

به قلم ساز می‌هم گفتار
تا به گچند درین میان گفتن

زانکه دائم کزین خروش لبم
ریش گردد ز الامان گفتن

مشکل افتاده است دورِ فراق
با مظهر حسین خاں گفتن

۲۲

به آدم زن ، به شیطان طوقِ لعنت
سپردند از ره تکرم و تذلیل

ولیکن در اسیری طوقِ آدم
گران تر آمد از طوقِ عزازیل

۲۵

فروغ طالع ایام ستر استرلنگ
که قمر خسرویش تافتی چو خور ز جیب

شگفته روی و پسندیده خوی و مشکین بوی
به راسه لبک و به گوهر خوش و به شیوه گزین

بهارِ خوش لکهای را نسیم برده کشتا
بساطِ کج کهای را امیرِ صدرِ شیش

عظافت از لب و کلمش اسیرِ حرف و سخن
سعادت از سر و دستش رینِ تاج و نگین

سوادِ بند ز فیضی شکنجِ طره حور
بساطِ دهر ز لطفِ فضائی خطِ برین

به دهر زد سرِ پائی و چای جهانان داد
ز خود گزشت به بالِ نگاه بازپسین

به صد نشاط سی و پنج ساله از دنیا
جریده رفت و جوانان چنین رولد، چنین

بروزِ بست و سوم از می به هنگامی
که بود خسروِ الم به برجِ ثورِ مکی

بزار و پشتمد و سی ز عهدِ عیسی بود
که جست برقِ جهانسوز این الم ز کمی

من و خدا که درین هیچ و قالب نیست شکفت
ز هم گسستن شیرازه شهر و ستین

تنی چنانکه شکفتی بهار ازو گلِ گل
سرے چنانکه فشانده فلک برو پروین

چه اوفناد که از خاک باشدش بستر
چه روم داده که از خشت گرددش بالین

ہمیں مراست نہ تنها زبانی فغانِ پنا
ہمیں مراست نہ تنها جگر شکافِ آگین

لیاسِ لیلی و رختِ سیاہ پوشیدہ
سپہریاں بہ سپہر و زمینیاں بزمیں

دگر زبانی نہ تلمے کہ چندم بہ دہن ؟
دگر امیدِ وفاے کہ بخندم تسکین ؟

بشوقِ کوئے کہ گردم دگر بہ سر ہویاں ؟
بہ ذوقِ حرفِ کہ سازم دگر سخن شیریں ؟

ز مدحِ لعلِ کہ بخشم سفینہ را زبور ؟
ز شکرِ لعلِ کہ بندم صحیفہ را آئیں ؟

ستم لگر کہ کنوں بایدم بہ مرثیہ رخت
ز دجِ مدح گھرہائے آبدار نہیں

نہ رفتہ نقشِ خیالِ وے و نخواہد رات
ز خاطرِ اسد اللہ دادِ خواہد حزیں

برائے آنکہ بہشتِ یوں بود جاییش
ز من دعا و ز انصافِ پیشگان آہیں

۱۔ یہ قطعہ مسٹر اینٹروپو اسٹریلنگ کی وفات پر کہا گیا ، جس نے
دشن کے قلمی میں میرزا غالب کی ہر ممکن امداد کا وعدہ
کیا تھا ۔ میرزا نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ بھی کہا تھا
جو کلکتہ میں ملاقات کے وقت اُسے سنایا تھا ۔ (کلیات نظم
فارسی قصیدہ ۳۹)

(بلیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

۴۶

داورِ شاہ نشان لارڈ کیونڈش ہیننگ
 کز تہیش تہش از شعلہ رویدن داور
 کوکب از چرخ ز کائجہ نگاہ غضبش
 متصل چون عرق از جیبہ چکیدن داور
 ہر کجا برق عتابش علم افراشته است
 شعلہ را رخشہ بر اندام دویدن داور
 ہر کجا ہر نور لطفش اثر الہاشہ است
 کل شاداب ز ہر خار دمیدن داور
 بسکہ چون سہر جہانتاب ز سو گرمی سہر
 خود بحال دل ہر ذرہ رسیدن داور

(پہلے صفحے کا بقیہ حاشیہ)

قطعہ کے ایک ایک حرف سے اخلاص نمایاں ہے ۔ اس سے واضح
 ہوتا ہے کہ اسٹرلنگ کے جذبہ حق رسی، شرافت اور نیک طبیعتی
 کا میرزا ہر گہرا اثر تھا ۔

۱۔ یہ قطعہ لارڈ ولیم کیونڈش ہیننگ (۱۷۷۸ء-۱۸۳۹ء) کے ورود
 پر کہنا گیا۔ ہیننگ پہلے ۱۸۰۳ء میں میڈس کا گورنر مقرر ہوا
 تھا، لیکن ۱۸۰۷ء میں ویلور کے ہینکس کے باعث اسے واپس
 بلا لیا گیا۔ جولائی ۱۸۲۸ء میں اسے ہنگال کا گورنر مقرر کیا
 گیا۔ پھر اسے گورنر جنرل بنا دیا گیا۔ مارچ ۱۸۳۵ء میں واپس
 چلا گیا۔ اس کا دور مختلف وجوہ سے کامیاب سمجھا جاتا ہے۔

اندیس سالِ مبارک و خبارِ رہِ خویش
 بر رخِ ہند سرِ خازہ کشیدن دارد
 خستگانِ مرده کہ نثوابِ معلی القاب
 کردن و گفتن و پرسیدن و دیدن دارد
 با خرد گفتم اگر سالِ ورودش در ہند
 باز جونی و بگونی کہ شنیدن دارد
 لیک در تعبیر آویز و ہم از لفظ ”ورود“
 طرحے انداز کہ این شیوہ گزیدن دارد
 گفت نثواب ز آغاز و ز انجام ”ورود“
 از کرم جان بہ تنِ خلق دیدن دارد^۱

۱۸۳۱ع

۲۷

تاریخ طوی گنجندانی شاہ اودہ

لوحش اللہ و جوشِ گل کہ دہد
 عرضِ گنجینہ صبا و شہال

۱۔ ”از کرم جان بہ تنِ خلق دیدن دارد“ کے اعداد میں لفظ ”ورود“ کے آغاز و انجام یعنی ”و“ اور ”د“ کے عدد شامل کردیے جائیں تو ۸۳۱ع بن جائیں گے۔ اس قطعے کا عنوان ”تاریخ ورود“ ہے۔

بخت گوید به خرمی که نیاز
عیش بچند بهمازگی که نیاز

رنگ را بُو رسد به عذر قدوم
لاله را گلی دود به استقبال

همه می چکد ز مغز خبار
همه گلی می دسد ز شاخ غزال

باغ از نقشهای رنگ و رنگ
لیکوان راست ناسه اعمال

راغ از لاله های گولگون
عاشقان راست کارگاه خیال

سرو ها در هجوم جنبش شاخ
قمریان زمردین بر و بال

شاهها دو نمایش شبم
حلقه پوشان گوهرین شمال

دهر گوی شصت سرفا سر
بزم طوی شه ستوده خصال

شاه عالم ، نصیر دین که بود
دولتش ایمن از گزند زوال

به طراز رقم سلطان چاه
به نشاط اثر پهلوان قال

به اداے ادب سپهر شکوه
به حلاے کرم بحاب نوال

بزمش از دلکشی بهشت نظیر
قصرش از برتری سپهر مثال

طالعش نقد کیسه ایام
دولتش روح قالم اقبال

رزمگارش خطرگه ارواح
بزمگارش نظرگه آمال

مے به جامش چو نور با لبت
ز به دستش چو آب در لبت

هر اداے که آیدش به ضمیر
هر نواے که بهجش به خیال

بندد آن باغ غلد را آئین
کردد این ساق عرش را خلخال

چون چنین شاه را چنین جشنے
آمد آرایش دوام جمال

امد الله خان که خوانندش
در سخن غالب لطیفه سگال

به اداے گزارش تاریخ
ریخت بر گوشه بساط لال

پھر ترتیب میں ہائیوں جشن
کہ ہم خسرو خجستہ باد بہ قال

زد رقم ”ہزم عشرت پرویز“
وہنکہ گفتم بود ز روے ”وہال“

ور تو خواہی کہ آشکار شود
نقش اداۃ مسیحی سال

”شاہد بخت بادشاہ“ نویس
والگشہر بر فراز ”حسن کمال“

۴۸

تاریخ الامام مثنوی

جو از خاندان فکر فضل عظیم
فرو رخت میں سلک در بیم

مکاشفہ میں عنبر آگہی بساط
پندود مغزم بہ عطر نشاط

۱۔ قمری تاریخ کے لیے ”ہزم عشرت پرویز“ کے اعداد میں
”روے وہال“ یعنی ”و“ کے اعداد جمع کیے جائیں تو ۲۱۳۵
ہو جائیں گے۔

میسوی تاریخ کی صورت یہ ہے کہ ”شاہد بخت بادشاہ“ میں
”حسن کمال“ کے عدد جمع کیے جائیں۔ ”شاہد بخت بادشاہ“ کے
عدد ”۶۴۵ع“ ہیں اور ”حسن کمال“ کے ”۲۰۹“۔ دونوں
مل کر ۱۸۵۴ بنتے ہیں۔

بد ایجادِ تقریبِ عرضِ نیاز
شدم فکرِ تاریخِ را چاره ساز

درخشید برقِ ز جیبِ خیال
کہ "کارِ عظیم" ست تاریخِ سال

۱۲۳۱

۴۹

تاریخِ تعبیرِ مسجد و امام بارہ

صحنِ امام بارہ و مسجدِ برآں کہ دید
در کربلا زیارتِ بیت الحرام کرد

مفتیِ عقل از شے تاریخِ این بنا
ایما بد سوے سن ز رو احترام کرد

گفتم بدوے بیہد "خوشا خاند" خدا
شد خشمگین دمس کہ نظر بر کلام کرد

خاشاکِ رفت و ہائے ادب در شکنجہ رخت
ایہام را بد تخرجہ معنی تمام کرد

۵۰

تاریخ امام بارہ سراج الدین علی خان

چون شد بہ صحنِ مدفنِ خانِ بزرگوار
طرحِ امام بارہ عالی سپر سا

رضوان زِ خلد نورِ برانِ بام و در نشانند
تا گشت سنگ و خشت چو آئینہ رو نما

رحمتِ پئے بساطِ درِ آن بزمِ تعزیت
آورد اطلسِ سیم از سایہٴ ”ہا“

رقمِ نیازمند ہمیشہٴ سروشِ فیض
کفتم کہ پردہ از رخِ تاریخِ برکشا

در ”تعزیتِ سراے“ بزد ”ناله“ و بگفت
اینست سازِ نغمہٴ تاریخِ این بنا

۵۱

تاریخِ وفاتِ مولانا فضل امام

اے دروغا قدوۃ اربابِ فضل
کرد سوے جنتِ الماوئیلِ خرام

کار آگاہ ز پرکار اوتاد
گشت دارالملکِ معنی ہے نظام
چون ارادت از بطن کسبِ شرف
جست سالِ فوتِ آن عالی مقام
چہرہ ”ہستی“ خراشیدم نصبت
تا بنائے فخرجہ گردد تمام
گفتم الدر سایہ لطفِ نبی
باد آرامشگرِ فضلِ امام

۵۲

تاریخ وفات میر فضل علی

جو میر فضل علی را نمائند است وجود
تو روئے دل بخرایشے اسیرِ رخ و سخن
چو شد وجود کم و روئے دل خراشید
شود ز اسمِ خودشی سالِ رحلتش روشن^۱

۱ - ”میر فضل علی“ کے اعداد ”وجود“ اور ”روئے دل“
یعنی ”د“ کے اعداد نکال دیے جائیں تو تاریخ نکال آئے گی۔

۵۳

تاریخ وفات مرزا مسینا بیگ

ز سالِ واقعہٴ میرزا مسینا بیگ
مکتِ راست شاہزادہٴ احمدؑ ایجاد

صحیفہ ہائے ساہوی مبین از عشرات
حدیقہ ہائے ہشتی مشغول از آحاد

بحرمتِ دہ و دو ہادی و چہار کتاب
کہ در نشیمنی از ہشت خلد جایش بادؑ

۱۲۳۸ھ

۵۴

تاریخ تعمیرِ مکتبِ جان جا کوہ

جان جا کوہ آن امیرِ نامور
دستِ وے آراشِ تیغ و لکیر

- ۱۔ اکہ بارہ ہیں ، لہذا سیکڑے بارہ ہوتے۔ آہانی صحیفے چار ہیں ، گویا دسے چار ہوتے۔ ہشت آٹھ ہیں یعنی اکالیاں آٹھ ہوں۔ ہوں ۱۲۳۸ھ تاریخ وفات نکل آئی۔ آخری شعر میں پھر بارہ اسموں اور چار آہانی کتابوں کی حرمت کا واسطہ دے کر آٹھ ہشتوں کے نشیمن کی دعا کی گئی ہے۔ ہوں دوبارہ ۱۲۳۸ھ تاریخ نکل آئی۔

ساخت زانسان منظرے کز دیدش
حور گفت احسنت و رضوان آفریں

در بلندی افسرِ فرقِ سپر
در صفا گلگونہٴ روے زبین

بایدش گفتن گلستانِ ارم
زبیدش خواندن لگاوستانِ چمن

خود سہ اشکوب و ہر اشکوبش در اوج
در نظر باشد سہرِ ہفتمین

غالبِ جادو دمِ لازک خیال
کش بود اندیشہٴ معنی آفریں

گفت تاریخِ بنائے آن مکان
آسمانِ پایہٴ کلخِ دلنشین

۱۲۳۵

۵۵

تاریخِ بنائے چاہ

آن سبچرِ فرزانہ کہ موسوم بہ جان ست
وان راست دمِ دانش و والائیِ دریاات

فرمود بنے کنند چاہے کہ در آن است
آہے کہ سکندر بہ ہوسِ جست و غصہ یافت

خود چشمہ فیض ابدی گفت بد غالب
بنوشت چو آن دل شدہ از راز خبر یافت

ہستود و دریں قطعہ در آورد و بہاں وقت
تاریخ دگر نیز بہامعان نظر یافت

”خرشید زمیں“ گفت و دریں زمزمہ ”دل“ ہست
وہی تعمیہ خوبیتر از گنج گہر یافت

۵۶

تاریخ تفسیر

چشم و چراغ دودۂ مودود آن کہ ہست
صفدر حسن بہ تسمیہ معروف در انام

نازم نژادِ وہی کہ بہ مودود می رسد
تا حضرت علیؑ آن دہم امام

آراست ’مصحفے و نوشت الدوان تورد
فہرستے از علوم بہ ہر گولہ اہتمام

رسم الخط و قراست و تجوید و ترجمہ
شان نزول و ناسخ و منسوخ در کلام

۱۔ اس کنویں کی دو تاریخیں ہوں : ایک ”چشمہ فیض ابدی“

(۵۱۲۵۵) دوسری ”خرشید زمیں“ (۵۱۲۳۱) جس میں ”دل“

کے ۳۳ اعداد شامل ہوئے تو ۵۱۲۵۵ تاریخ نکل آئی ۔

علم حدیث و فقه و سلوک و تہارِ حرف
ہر یک بہ شیوہ کہ پسندند خاص و عام

شرح فوائد و قصص و نکتہ ہائے راز
ہر گولہ دانشی کہ مر آن را خند نام

علم خدا شناسی و اسرار معنوی
تفسیر ہرچہ ہر کہ ہر وید بہر مقام

حسن نگارشے کہ چو بینی گاہِ بری
گوہر فشانند کلک گواہیہ در خرام

یا خود ز خط نقطہ پئے طائر نگاہ
افکنند اند دالہ و گسترده اند دام

از نقطہ خالی عارضِ خوبان شود خجل
وز خط بفضہ زار برد تازگی ہوام

نظارۂ دوائر الفاظ گر کنی
بینی ہر از زلالِ خضر صد ہزار جام

ہر جا کہ گشتم ترجمہ و اقلوا رقم
گردیدہ نوکِ خامہ بہ تیزی دمِ حسام

ہر جا کہ رفتہ معنی لا تقنطوا ہکار
پیچیدہ بوے سنبلِ فردوس در مشام

گفتم ستایم ای رفیقِ دل فروز را
امسا نہ گشت ہمت من قائلِ المرام

در راہِ وصفِ ہویہ روا داشتے خرد
 بودے کعبیتِ خامہ اگر گوہرینِ ستام
 بالجملہ ’مصحفے کہ بود جامع این چنین
 نبود بزرگ این فلکِ آہکنہ نام
 چون ستید بزرگ چنین مصحفِ مجید
 ناگاہ پیشِ غالبِ مسکینِ مستہام
 آورد و گفت کہیں گہر آہیں صحیفہ را
 ”ختم الصحائف“ آمدہ تاریخِ اختتام
 زان رو کہ در ضوابطِ فنِ سخنوری
 تاریخِ جز بد نظم نمی باید انتظام
 رفتیم و ساختیم طلسم از برای گنج
 این قطعہ را اساسِ نہادیم والسلام

۵۷

تاریخِ وفات

چون تفضل حسین خاں کہ نبود
 کس نظیرش بد شیوہ و ہنجار
 آن کہ او را ہی توان گفتن
 مردم دہدہ اولو الابصار

آن که او را روا بود خوالدین
گوهر بحر حیدر گسترارین

آن که از رای روشنش در دهر
سهر را بود گوسر بازار

در کرم گستری لطیف نهاد
در وفا پیشگی شکر آئنا

داشت اندر شکنج راحت و ریخ
داشت اندر لورد لیل و نهار

تمیزی پوش ، شوشگانی فکر
خوبی خوی و شوخی گفتار

جان بجان آفرین سپرد و گزشت
زنی گزگام تنگ ، ناهموار

نه ، غلط گفتم ، نمی سپرد
این چنین مرد زلفه دل زنه‌ار

تا شود محرم سرای سرور
زنی جهان دژم گرفت کفار

جسم از سال رحلت اثری
گفت غالب که خود ز روی شمار

از بروج سپهر جوی ملت
عشرات از کواکب ستار

گفتم آحاد ، گفت شربت یاد
از خداوند واحد القهار

۵۸

ولادت فرزند ثاقب

درخشید از سپهر جاہ ناچے
بد قسرخ طالع و فوغندہ ہنگام

زہے چشم و چراغ دودہ حسن
کہہ المزاید . قروغ دین اسلام

سراج الدین احمد خان بہادر
نہادند اختر و خشنده را نام

ہمیں نام است قارخ ولادت
خوشا نام آور شایستہ فرجام

خدایا الدوین گیتی کہہ آن را
لداقد جز تو کس آغاز و انجام

رسد تا قطرہ زن ابر از ہنہ باد
شود تا جلوہ گر صبح از ہنہ شام

۱۔ آسانی برج بارہ ہیں ، گویا سیکڑے بارہ ہوئے ۔ ستارے سات

ہیں ، دسے سات ہوئے یعنی ستر ۔ چونکہ تاریخ وفات ۱۲۷۱ھ

تھی اس لیے ایک ہی کسی رہ گئی تھی ۔ وہ ”خداے واحد“ ہے

پوری کردی گئی ۔

نگہدار این ہایوں نامور را
نشان مند نشاط و عین و آرام

۵۹

چراغان در دہلی

دریں روزگار ہایوں فسخ
کہ گونی بود روزگار چراغان

شدہ گوش بُرنور چون چشم اینا
ز آوازہ اشتہار چراغان

مگر شہر دریا سے نور است کایں جا
نکہ گشتہ بر سو دوچار چراغان

بہر پردہ بر چرخ مہر منور
بہر روز در انتظار چراغان

گولہ من اینک خطوط شعاعی
کہ دارد دلش خارخار چراغان

دریں شب روا باشد از چرخ گردان
کند گنجِ الہم آثار چراغان

نبود است در دہر زین بیش پرگز
بدین روشنی روئے کار چراغان

شد از حکمِ شاهنشہِ انگلستان
 قزوںِ رونقِ کاروبارِ چراغان
 جهاندار و کنوریا کز فروغش
 ز آتشِ دمد لاله زارِ چراغان
 ز عدلش چنان گشته پروانهِ ایمن
 کہ شد دیدبانِ حصارِ چراغان
 بہ فرمانِ سر جانِ لاولس صاحب
 شد این شہر آئینہ دارِ چراغان
 بہ دہلی فلکِ رتبہ ساندروس صاحب
 بر آراست نقش و نگارِ چراغان
 شد از سعیِ پتری اجرتی بہادر
 روانِ ہر طرفِ جویبارِ چراغان
 سخنِ سنجِ غالبِ ز روئے عقیدت
 دعا می کند در چارِ چراغان
 کہ با دامنِ قزوںِ سالِ عمرِ شہنشہ
 بروئے زمینِ از شہارِ چراغان

۶۰

نہ چنانم کہ یو عقیدہ خوش
 از فسونِ کسی ہراس کنم

نہ تو اتم کہ از نصیحت و وعظ
عالمے را خدا شناس کنم

نہ کہ اخبار ہستانی را
دیو افسانہ یا قیاس کنم

نہ کہ ز آثار ہر چہ مشہور است
اثرے تازہ اقتباس کنم

نہ کہ از بہر حلہ ہائے ہشت
ترک آرایش لباس کنم

نہ کہ در عالم فراخ روی
عار از ژندہ پلاس کنم

چون نہ من ساقیم ، نہ محشم
نہ بریزم ، نہ مے بہ کاس کنم

نہ بہ واجب ز سعی و اسام
نہ بہ ہر مصرعہ سکاس کنم

ہر مدارا اگر مدار نہم
کاخ الفت قوی اساس کنم

لیک لایذ ز من کہ در گفتار
مدحت لالہ سور داس کنم

۱ - ژندہ پلاس : ٹاٹ کی گڈڑی ۔

۲ - سکاس : توقف - در اصل سکاس کا مطلب " بے مال کی فروخت
میں مالک کا توقف ۔

فصلی از مدح خود توام بخواند
گرفتہ لب را ز لاف پاس کنم

خوش نوایم مرا رسد کہ ز رشک
فہر در جام بونواس^۱ کنم

می توان پنجم از لفظی بود
بارہ^۲ جمع گر حواس^۳ کنم

توسن^۴ طبع من بدان ارزد
کہ ز بال ہری قطاس^۵ کنم

مزرع^۶ خویش را بہ گاہ درو
ناخن^۷ حور صرف^۸ داس^۹ کنم

ہم چو سرو از غم خزان برید
گلبنے^{۱۰} را کہ من مساس^{۱۱} کنم

کوثر از موج وا کند آغوش
اگر انداز^{۱۲} ارماس^{۱۳} کنم

چہ ازین فرقہ^{۱۴} ادا نشناس
خویشتن^{۱۵} را ہلاک^{۱۶} پاس کنم

بہ دو بینے ز گفتہ ہائے حزین
صفحہ^{۱۷} وا طرہ^{۱۸} ایاس^{۱۹} کنم

۱ - عباسی دور کا مشہور عربی شاعر - وفات ۸۱۰ ع -

۲ - دم کے بال -

۳ - درایتی جس سے فصل کاٹتے ہیں -

۴ - ایاز -

”لائقِ مدح در زمانہ چو نیست
خویشتر را ہی سپاس کنم“

”کس زبانِ مرا مے فہم
بہ عزیزان چہ التماس کنم“

۶۱

غالب این رنگیں کتابِ گلشنِ بیخار نام
روکش ”جناتِ قبری لحنہا الانہار“ ہست

گر کسی لبِ تشنہ“ تاریخِ انعامش بود
”جو بہا مے آب“ ہم در ”گلشنِ بیخار“ ہست
(سید چمن) ۱۲۱۳ + ۳۸

۶۲

احترام الدولہ فرمانِ داد ، قا
دلکشا گرمایہ“ انعام یافت

بامدادان رفت آنجا چہرِ غسل
آنکہ در گفتار غالب نام یافت

قطعه "تاریخ آن قریح بنا
هم در آنجا صورت ارقام یافت

"فست" "پاء"، چون راحت و آرام جست

۳-۲۳۲+۶۰۹

هر دو را در "گوشه" "حام" یافت

+ ۳۲۰ (سید چین)

۶۳

در هزار و دویست و شصت و شش از دنیا گذشت
یاقوی شاه اود مریم مکی نام او

آنکه چون بالای نام کاخ شسته روی خودش
آب حیوان ریخته از نافدان نام او

"مردنش هم بر کمال حسن او آمد دلیل
چون سیر کامل به دهر از نور بر شد جام او

در نورد و پروی شد اسامه منزل گش
خود اسامی آن زمینی بود از بی آلام او

گفت غالب سال فوتش لیکن از روی نیاز
"باد با بنت رسول یاشمی انجام او"
(سید چین)

۶۲

والتفات تو دل بنگار جو گل ز نسیم

(نوحه)

سپهر سرتوبه اے و سرائے کشور بند
ز التفات تو دل بنگار جو گل ز نسیم

بقدر فهم من است این که گفتمام ورنه
نوازش و نوازد و نوازد و نوازد و نوازد

ز رفته و خورده تو یزدم مدد رسد در یزد

نگاه را به فروغ و آفتاب را به شمیم
شگفت نهست که نوحه و نوحه و نوحه

کفی التواضع و التواضع و التواضع
تو آن اسیر کبیری که در جهاننداری

خدایه کلاه و کلاه و کلاه و کلاه
رواست سکه بنام تو لیک حرف این است

که تنگ داشته کلام تو از اسپکه سیم
ز رأفت تو الف دال یافت بعد از شین

بهر کجاست کذا الف تون بود بعد از جیم
پس از خرابی دلی تو آمدی که دگر

کفی فلیک زدگان را درین دیار مقیم
سپس بنام تو شهرے جدید خواهد بود

نه آنکه شاه جهان ساعت ذر زمان قدیم
نه آنکه شاه جهان ساعت ذر زمان قدیم

ترا چنانکہ توئی چون توان سناش کرد
 چه آید از اسد اللہ خان بجز تسلیم
 (سید جین)

۶۵

بزمِ نوابِ جمِ حشمِ مکلوط
 بوستانست پرزِ نعمت و ناز

و اندران بزمِ گاہ ، گسترده
 اطللس چرخِ جلے ہالنداز

در فیضِ ہسانِ آئینہ
 مائدہ ہموارہ بر رخِ ہمہ باز

سودہ از بہر سرفرازیِ خویش
 سروران بر درش جبینِ نیاز

ما ہمہ بندگانِ فرمانِ پر
 او خداوندگارِ بندہ نواز

آمدن تا ہمیشہ وے قائم
 از جنائے زمانہ نلساز

از ادبِ دمِ ہمے توانم زد
 یا چنین داغِ ہائے سینہ گداز

آلہ ساعتم کہ در شب و روز
 ندہد جز ہر وقتِ خویش آواز

چون رسد وقت کار سر تا سر
گویم امّا بہ شیوہٴ ایجاز

مدحِ بالوئے انگلستان است
بر زبانِ من از زمانِ دراز

اندوینِ پاہ یا منِ مسکین
لیست در ہند ہیچ کسِ الٰہ

خاتمِ اسمِ شعر و نامِ من است
احمد اللہ خانِ مدحِ طراز
(سید چین)

۶۶

فلکِ سرایتِ منڈ گہری بہادر
کہ در سروری میکنی پادشاہی

بہ بزمِ طرب ماہِ گیتی لہری
بہ رزمِ عدو شاہِ انجمِ سیاہی

بہ دستِ تو مفتاحِ کشورِ کشائی
بہ فرقِ تو دیمِ عالمِ پناہی

ہم از روئے معنی سلیمان شکوہی
ہم از روئے صورتِ فلکِ بارگاہی

تو ای ملای قلیان دم بر تو فشانم
تو ای منیر رخشان دم زوئی اکلاهی

به سویم که منم از چراغ و انجم
برای آینهوار بنگر که امین کوی

عجب نیست پیش از اجلد گر بچشم
که بهوخته غم میکند عمر کوی

فرو آمد غم غروب از کوه
که بود روزم ز شمع در میانه

نبودست در هیچ پنجم کلام
بنیر از دعا گوئی و غیر خواهی

در آن دم که برگشت بنجار کردون
خوبه و نگه شادمانت از تپان

همین خوبی نظم من در ستایش
دیده بودم و نادیده بودم کوی

همین داورا ا غالب خستند دل را
گفتی نیست نه ز دعوی بیگانه

وگر خود گنهارم ، امیدوارم
که آنروز شمع از کوه منطفه حق آید

همین باد لطف تو بر من
دادم فزون باد لطف تو بر من

بدانسان که بر تست فضل الهی (سید چین)

۶۷
 ...

...
 ...

...
 ...

...
 ...

...
 ...

...
 ...

...
 ...

...
 ...

۶۸
 ...

...
 ...

...
 ...

...
 ...

از باد زمهریر به گیتی نشان نماند
چو شگل و نشاط نسیم سحر خوش است

بویش مشام پرور و رنگش نظر فروز
خوش باد وقت گل که جهان سرسبز خوش است

از رنگ رنگ طره و از گونه گونه گل
گلزار و شهر و پیشه و کوه و کمر خوش است

دریا خوش و شراب خوش و کوپسار خوش
منزل خوش است و قوشه خوش است و سفر خوش است

این با خوش است و بهر تو آورده روزگار
هم بهر تست برچه ازین بیشتر خوش است

از حسن و التفات ولی عهد و پادشاه
با ما چال فتح و کمال ظفر خوش است

از بهر آنکه بر سر ما سایه گسترد
فرزانه پادشاه کیومرث فر خوش است

وز بهر آنکه ظلمت بدعت ز ما رود
سلطان حق پرست ، حقیقت نگر خوش است

امسال و سال دیگر و دیگر هزار سال
در شادی و خوشی همه باهمدگر خوش است

بر خور ز روزگار که ما از تو برخوریم
خوش باش که زو طالب آشفته سر خوش است (سید چمن)

دگر در سوخته که از روی مستی
شراب به ساقی کوثر فرستم

به پنهان فردوس سبیل فشانم
به گردونِ گودینه اختر فرستم

به استاد منشور معنی نویسم
به جمشید اورنگ و انور فرستم

به رخساره سحر گلگونه بخشم
به گنجینه شاه گوهر فرستم

پانا برآیم که اشعار خود را
به مرزا خدا بخش قیصر فرستم
(سید چمن)

جان عزیز است و اهل عزت را
عزت از جان عزیزتر باشد

خود بفرما چنان تواند زیست
هر کرا هر دو در خطر باشد
(سید چمن)

تو ای که آفتاب عالم افروز
ایم از نور تو رسالت تو مبارک

کره یوم از کره در رشته عمر
میسلسل تا ایام پشته مبارک

نظام الدین و قیام در طریقت
به غالب یافته و خصم مبارک
(سید چین)

۴۲

میر سعادت علی گرد در اجیر طرح
مسجد و چاه که هست چشمه آب بقا

آنکه ز بالار علی تا به علی میرسد
حلقه به حلقه هم سلسله اش مرصفا

ساخته شد چون مکان کرد بدل اجر آن
از ره صدق و صفا نذر رسول خدا

از بخت این سال نیکو گفته پیاپی فروش
"چشمه زمزم صفت" مسجد کعبه بنا

(سید چین) ۱۳۶۹

۴۳

با خرداله گفتم: رفیع! فرزانه! فتح الملک را
خود چه گویم؟ گفت قهر دوده، آدم یگو

گفتم او را انونهای رُست، در بلغر مراد
گفت: کش، اسرو، روافی، کش، به عالم یگو

(۱۲۰۰) گفتم از خوبی و خشن ما نا به خود شهید است گفت
سال این فتح ولادت "تبر اعظم" یگو

گفتی دیگر چه گوی؟ زیر لب خندید و گفت
بای زاید باید افکنند از "یگو" اینم یگو

۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ (سید جین)

۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹

۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴

۴۴

نهاده بنا احسن الله خان
سر ره بدایلی در دلکشا

که غالب بنی سال تعمیر او
رقم زده: "در دلکشا جذا"

۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ (سید جین)

۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴

۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹

۷۵

تاریخِ وفاتِ ذوق ، غالب
با خاطرِ دردمندِ مایوس

خون شد دل زار تا لو شتم
"خاقانی" پند "سرد السوس"

(سید چین)

۱۲۷۱ هـ - ۱۲۷۲

۷۶

یا خرد گنم از تو فرمائی
شویم از دل خیالِ باده ناب

گفت صد آنریس ولی نتوان
شستنِ این خوالِ جز به شراب
(سید چین)

۷۷

گیر که در روزِ حشر چون نو بفتی
بر سرِ دوزخ نهند تیره نهین

دان که لپاشد دران مطبقِ مصیبت
در طلبِ نان و جامه کشمکش از زن

دان که نباید دران مقامِ صعوبت
شورِ تقاضای ناروایِ سهاجن
(سید چین)

۷۸

بد من ز مقدمِ فرزندی میرزا باقر
سروشِ تهنیت زبدهٔ مطالب گفت
چو "قصه" شد متعلق به گفتنِ تاریخ

۱۹۳

طریقِ تعمیه و زبده و "جانِ غالب" گفت
(سید چین) ۱۰۸۷

۷۹

صیحدم با ابوالیشر گفتم
پارهٔ زر بده که زر داری
حیف باشد که از چو من پسرے
خاکِ رنگینِ عزیز تر داری
گفت حیف است از تو خواہشِ زر
که تو گنجینهٔ کسپر داری
گنجدانِ سخنِ حوالۂ تست
خود بیی تا چه اے پسر داری

میشور، تن زو، کجاست، جان، پیر،
 پیری، هر چه در نظر، داری،

گفتم اینک **۸۵** بند بیانی
 زر بمن می دهی اگر داری

یا، سزاید، و زبیل، آینه، عمر، عیال،
 و آنکه زان، عیار، خوش، خبر، داری،

یا، بکشت، زود، و نه، زور، عورت، و نه، بگو،
 که همین، مکتبا، مکر، داری
 یا، سزاید، و نه، و نه، و نه، و نه،
 گفت، یا، قسائد، بودست
 چه، فرو، رزم، و چه، برداری
 (سید چمن)

۸۶

یا، سزاید، و نه، و نه، و نه، و نه،
 خواندی، به، نوجوان، سرا، جان، چمن
 زنی، برگ، های، سبز، چه، کرد، آورم، لوا

یا، سزاید، و نه، و نه، و نه، و نه،
 گفتم، کل، است، که، زو، کل، را، توان، فرو، وخت
 گفتم، بواسط، گنج، نمی، دارد، از، هوا

یا، سزاید، و نه، و نه، و نه، و نه،
 گفتم، می، است، که، نکند، جوع، در، علاج
 گفتم، لغنا، نمی، توان، شد، بدین، لغنا

یا، سزاید، و نه، و نه، و نه، و نه،
 گفتم، بتان، سیم، انور، گوهر، بر، بلند
 طاووس، وار، جلوه، طرا، زلف، جان، جان

آن روئے او سوئے و سینه و ساعد از آن تو
پیرایم چادر چه لذتگهر و بانو بود مرا
(سید چین)



بفکرتش به طبعش مضمون طریقت
بر او را لایقم ز این جعفر و جعفر

خوابها خوابش به پاسخ به سوالات
صبر با او فغان زدم ای که تم نعم

از آن زینت نه لایقم نه چنانچه
چو ایک دوسه باره جنبش و دم

از دیدن این شگرف روداد
گشتند به عرصه جیم مردم

زان زمره یکم بسن رخ آورد
کائنات کرده طریقت خرد کم

این پیکر خاص را به طنبور
ایستادند زده بود و ترقم

جز جنبش گوش و دم چه خوابش
افراد جعفر به چاروبی شکم

و زانک زلف خضر سینه
دانشمند خفی را با چسب

اہں گونہ کسان چہ آفرینی
اے خالقِ آسمان و انجم
(سید چین)

۸۲

گفتم بہ خرد بہ خلوتِ آنس
کائے شمع و چراغِ بہت اہوان
آیا ز چہ رو بود کہ جواب
نوشت جوابِ نامِ ام ہاں
آن گونہ عریضہ کہ دانی
درویش نوشتہ سوے سلطان
آن گونہ تصدیہ کہ کوئی
از صفحہ دیدہ سنبلستان
ایں ہر دو رسید و نیست پیدا
زاں سوائے بہ ہیچ عنوان
ولجید مگر ز مدحِ جواب
اے کاش نگشتے ثناخوان
ہجاء چہ گفتہ ام کہ ہاشم
از گفتہ خویشتن ہشام
عقلم بہ جواب گنت غالب
ز تہار غور فریبِ شیطان

نواب بدنگر ارغوان است
تا نامه فرستد به سامان

وانها که بدخاطرش گوشت است
زود آن همه جمع کرد نتوان

زود است که جمع نیز گردد
دیر است که داده است فرمان

تا راه روان بهر و بر کرد
آورد بدکوشش فراوان

دیبا ز دمشق و نخل از روم
الاس ز معدن و زر از کان

نیل از دکن و زمرد از کوه
توسن ز عراق و کُر ز عمان

فیروزه نغز از تاشابور
یاقوت گزیده از بدخشان

جازه تیزرو ز بغداد
شمشیر برنده از صفهان

پشمینه قیمتی ز کشمیر
زربفت گران بها ز ایران

بالجمله درنگ چون ازین روست
هر رنج و ملال نیست برهان

چون به خردم خردم خردم خردم خردم خردم
گفت: این همه را از باطن بهانه

گفتم: بگویم: امیدواری
منهم: از خردم: یاقین: و المرحمان

گفتم: که: چو: باطن: این: گفتم: کرد
آن: قبله: و: قیده: گاه: اعیان

تا: کرده: شود: قلاب: آن
تا: کرده: شود: قلاب: آن

تا: کرده: شود: قلاب: آن
تا: کرده: شود: قلاب: آن

تا: کرده: شود: قلاب: آن
تا: کرده: شود: قلاب: آن

تا: کرده: شود: قلاب: آن
تا: کرده: شود: قلاب: آن

تا: کرده: شود: قلاب: آن
تا: کرده: شود: قلاب: آن

تا: کرده: شود: قلاب: آن
تا: کرده: شود: قلاب: آن

تا: کرده: شود: قلاب: آن
تا: کرده: شود: قلاب: آن

۸۳

هزار و دو صد و پشتاد و دو شمار کنید
به حسب ضابطه از هجرت رسول الله

چهار شنبه آخر بود ز ماه صفر
که من در آوردم این قطعه را به نظم نگاه

سفید سحری کافه است و من راتم
سواد صفحه خط روئے به سگال سیاه

همی نویسم و وقت نوشتن باشد
دلے ز بیم لبالب، جو لب ز عذر گناه

خدا کند که مشرف شود چو این قرطاس
به پیشر مسند عالی ز بنده درگاه

امیر کلب علی خان بهادر از ره لطف
بسوی غالب خوئی جگر کنند نگاه

که این فلک زده گر عرض کرد مصلحتی
به زعم بنده ز اخلاص بود، ورنه نگاه

خلاف طبع مبارک فتاده آن تقریر
همی خطا رود از بندگان دوات خواه

تو پادشاه و شهبشاه تاجدار فرنگ
خطاب می طلبد پادشاه ز شاهنشاه

جو رائے میں نہ پذیری، زجر میں بگڑ
 بحقِ اشد ان لا الہ الا اللہ
 (سید چین)

۸۴

خجستہ جشنِ دبستانِ ششتری بیگم
 بہ فیضِ ہمتِ نواب و یمنِ اقبالش
 جو از پئے ادب آموزیست، خوش باشد
 اگر "خجستہ چار ادب" بود سالش
 (اردوئے معلی) ۱۲۸۳ھ

۸۵

جو نواب از بہرِ اجلاسِ کونسل
 بہ کلکتہ از راسخورد آورد رخ
 عدو را بکیر و بکش زود وے را
 بچو سالِ اجلاس از "بختِ فرخ"
 ۱۸۸۲

جو گویند کز کشتنِ "وے" چہ خواہی

۱۶

بگو رقمِ اعداد وے اینت پاسخ
 (سید چین) ۱۸۶۶ع

۱۔ اس کا عنوان چھ: دروغخواہی بہ پیشکام نواب کابعلی خان چادر۔

۲۔ نواب میر غلام باہا خان سورجی کی صاحبزادی کی اقرب اسم اللہ پر۔

۳۔ نواب رام پور کا قصد کلکتہ اجلاس کونسل کے سلسلے میں ۔

۸۶

مولوی احمد علی احمد غلصی نسخه
در خصوص گفتگوهای هارس الشاکرده است

کچ و مکران را که در سند است و از ایران جدا
شامل اقلیم ایران می‌باشد کرده است

قوم برلج را به ایرانی نژادان داده غلط
ترک 'فرکان' سمرقند و بخارا کرده است

در جهان توام بود روس و س و پشت قتل
پیشوای خویش هندو زاده را کرده است

پندهان را در زباندانی مسلم داشته
تا چه اندر خاطر والای او جا کرده است

خوش برآمد با همه هندوستان زبانه چه خوش
تکیم آری بر ولادت گاه آبا کرده است

بر که بینی با زبان مولد خود آشناس
ساز نغزی موطن اجداد پیدا کرده است

خواجه را از اصفهانی بودن آبا چه سود
خالقش در کشور بنگاله پیدا کرده است

با قتل و جاسع "بربان" و لاله نیکچند
لايه و سوگیری و لطف و مدارا کرده است

داوری کلمے بنا فرمود و در وے پر سے وا
متصف و صدر ابن و صدر اعلیٰ کرده است

گو چنی با ہندیاں دارد تولا در سخن
من ہم از ہندم چرا از من تبرا کرده است

کرده است از خوبی گفتار من قطع نظر
ظلم زین قطع نظر بر چشم بینا کرده است

میل او با ہر کسی از ہند و حیفش خاص من
حیف و میلے با دو عالم شور و غوغا کرده است

مطلب از بد گفتن من چیست گوئی نیک مرد
مزد این کار از حق آمرزش نمنا کرده است

ور چنین نبود چنان باشد کہ در عرض کمال
تا برآرد نام ، این ہنگامہ برہا کرده است

صاحب علم و ادب وانکہ ز الراط غضب
چوں سفیان دفتر لغریں و ذم وا کرده است

در جدل دشنام کار موقیاں باشد ہلے
ننگ دارد علم زان کارے کہ آغا کرده است

انتقام جامع ”نریان قاطع“ مپکشد
آہہ ما کردیم با وے ، خواجہ با ما کرده است

من سپاہی زادہام گفتار من باید درست
وے بر وے گر بہ تقلید من اینہا کرده است

زشت گفتم ، لیک دادِ بذله سنجی داده ام
شوخیِ طبعی که دارم این لقانیا کرده است

میکند تالیدِ "برهان" لیک برهان ناپدید
نیست جز تسلیم قولش بر چه انتها کرده است

سستیِ طرزِ خرامِ خامه "برهان" نگار
یا میدانست یا دانسته اخفا کرده است

بهر من توپین و بهر خویش قصین جابجا
هم مرا هم خویش را در دهر رسوا کرده است

آید و بیند یان اندر کتابِ مولوی
بر چه از مشکامه گیران کس تماشا کرده است

لغو و حشو و ادعای محض و اطنابِ بمل
سار و سوش و سوسار و گُریه یکجا کرده است

بگزر از معنی همین الفاظِ برهم بسته پی
باده نبود شیشه و ساغر مهیا کرده است

یافتم از دیدنِ تاریخِ بائے آن کتاب
خود بدم گفتم و به احباب خود ایما کرده است

غازیان همراهِ خویش آورده از بهر جهاد
تا نه پنداری که این پیکار تنها کرده است

جوشِ زد از غایتِ قهر و غضب چون در دلم
تا زبانش را بدین کاپره گویا کرده است

آتشِ خشے کہ سوژد صاحبِ خود را نخست
در دلش، همچون شرر در سنگ، ماوا کرده است
چون نباشد باعث تشنیع جز رشک و حسد
باد غالب خسته تر گر خسته پروا کرده است
(سید چین)

۸۷

نمایش گئے دو خورِ شانِ خویش
بر آراست قوابِ عالی جناب
بدشب زہرہ و مہ قنادہلِ سق
بود پیشکاش بہ روز آفتاب
ز غالب جو پرسیدہ شد مالِ آن
چنین گفت آن رندِ خالہ خراب
ازان رو کہ در بزمِ عیش و نشاط
ز بخشش جہانے شود کاسب
جو بینی طرب را نہایت نماند
بود مالِ آن "بخششِ بی حساب"

۱۲۸۵-۲-۱۲۸۳

خدا یا پسندد خداوند کار
کہ از طبع غالب رود بیج و تاب
(سید چین)

-
- ۱ - قطعہ جو "سویڈ برہان" مصنفہ آغا احمد علی جہانگیر نگری کے
جواب میں لکھا گیا -
۲ - رام پور میں نمایش کا قطعہ -

۸۸

بحقِ بادہ چنیں حکم دادہ حاکمِ وقت
کہ نے ہراند ز شہر و لیاورلد بہ شہر
بیا بہ شام و بیاشام و سوے خالہ خرام
فقیر لابقِ لطف است ، نے فراخورِ قہر
(سید چین)

۸۹

امروز شہیدہام کہ از سہر
تقصیرِ ہسر معاف کردی
در جلدے اینچینی نکوئی
جاں نذر کم کہ لیک مر دی
(سید چین)

۹۰

از دوست ہر بندہ زچہ شیشہ ہائے مے
از بندہ سوے دوست ہر شیشہ یک سلام
مے ہم فزوں و ہم بہ اثرِ زندگی فزای
آن عمرِ جاوداں کہ خود اسمش بود مدام
دارم یقی کہ عمرِ من و آن شرابِ ناب
تا روزِ رستخیز نخواہد شدن تمام

ماناد دوستی کہ فرستاده آپِ خضر
از بہر تفتہ چنان آمد اللہ تشہد کام

آن دوست کش بقوتِ اقبالِ بے زوال
از سہر و سہ سلام رسانند صبح و شام

آن دوست کش بود بہ تقاضایِ فرہخت
زینتِ فراے ناصیہ آفتابِ نام

سلطانِ شکوہ مسترِ الکوزلڈو اسکتر
آن آسمانِ عز و شرف را میرِ تمام

از نامِ اوست چنان ستم دیدہ را لواط
در مدحِ اوست کلکِ پیرِ بیشہ را خرام

از رویِ لطفِ چون دو سہ سطرے رقم زند
دانی کہ ماہتابِ درخشید از شام

در وقتِ قہر از دہنشی حرفِ چون جہد
گوئی کہ تیغِ نیز برون آمد از نیام

چم رہبہ صاحبِ نفسے سوے من گرای
تا بایم از تو دادِ نو آئینیِ کلام

مے سازگارِ طبعِ ولے دستگاہِ کو
ہر روزِ شغلِ بادہ بود عادتِ کرام

خواہم کہ تا ز مرگ ایام بود بہ دہر
تہ جرعه نوشِ جام تو باشم علی الدوام

از اولد نام کاس قلن راضیم ولے
 لم از بوت وین آنکه شرابے ست لعل نام
 دیگر چیز دعا چه بود تا رقم کتم
 فرمان پذیر باد سپهر و زمانه رام
 (سید چین)

۹۱

بس از ادائے سیاح خدائے عز و جل
 ثنائے حضرت نواب میکنم الشا
 امیر شاہ نشان ہلکہ شاہ والا جاہ
 چنانکہ عز و علاء را از دست عز و علاء
 چو خورشید را بہ جہان پادشہ نگویند
 بہ لاکزیر توان گفت اعظم الاسراء
 فراخور شرفش لیست این چنین تخصیص
 مگر بمواسطہٴ رحم و علم و حام و حیا
 توان شہود مر او را ز اولیاء اللہ
 زبہ الیسر مسیح و زبہ ولی خدا

۱ - یہ قطعہ الیکزاتدر سکندر کو بھیجا گیا ، جس نے علاقے سے ایک
 نظم لکھوا کر اس کے ساتھ شراب بطور تحفہ میرزا کو بھیجی
 تھی ۔

خیالِ مدحتِ مدوح دارم و دایم
که حق مدح نخواهد شدن ز بنده ادا

چو حدِ نطقِ من ایست از مکارمِ مدح
به آن که صرف شود حرف در مہاسِ عطا

ز بے عطایِ گران مایہ گراسی قدر
که سودِ تالوکِ من از شرفِ به اوجِ سما

توان نکند به گیتی بنایِ ہشت بہشت
ز ہفت ہارچہ کالِ ہر یکے ست بیش ہا

ز ہفت جزو چسان ہشت جزو برساژد
مگر بہ مہمتِ فرطِ خوبیِ اجزا

حایلِ گدھر و جیغہ و دگر سربچ
چو روشنایِ فلک یا فروغ و فتر ضیا

بود مشاہدہٴ مہر و ماہ و کاکہشاں
شگفتِ پی کہ ببینند مہر و ماہ یکجا

چو بے طلبِ بہ من اینہا رسیدہ است ، بود
ز بہرِ مطلبِ خویشم توقعِ امضا

توقعِ آن کہ یکے سارقِ نکتِ باجم
ز ہیشکِ عنایتِ والیِ والا

سہرِ مراقبہ دارایِ دہلی و پنجاب
کہ ہرچہ علمِ اوست آسان فرسا

به سر بلندی من عالمی نظر دارد
از آن که بهره مرشد بلند دست دعا

حساب وسعت ملک تو باد روز الزوم
شمار مدت عمر تو باد لایحیی
(سید چین)

۹۲

الا اے شناسنده پندس :
نباید که موجود فهمی مرا

وجود هست خارج ز من آن چنان
که در جدی طاقت و در حوت یا

مهندس اشارت دارد بے
نه در حوت یا بے و نه در جدی طا
(سید چین)

۹۳

مفلس اگرش مال نباشد چه کم است این
کز هیچ کس اندیشه آزار ندارد

بردار و بدو ، کچه برد دزد سید دل
با مرد تهنیت سروکار ندارد

لقاب چنان عرضه دهد صنعت خود را
در خاله شطرنج که دیوار نداد
(سپید چین)

۹۲

کرلیل جاج ولیم سلطان
فرخنده حاکم فرزانہ داور

صبح طرب را سحر درخشان
شام شرف را ماه منور

در باغ دالش سرسبز گلشن
در بحر پیش یک دانه گوهر

صیت کمالش بر هفت گردون
ذکر جمیلش در هفت کشور

یا رب به گیتی با فرو شوکت
پیوسته با ادا این دادگستر
(باغ دودر)

۹۵

کرم پیشه دہلی کمشنر بہادر
کہ نقشِ فکینِ دلِ ماست نامش

دراں بزم ہمنجون سے وا چہ یارا
کہ ہم گشتہ گردوں ز ہر سلامش
(باغ دودر)

۹۶

گویند رائے چھجلی شیریں کلام 'سرد
دیرینہ دوست رفت ازیں تنگنا دریغ
کتم کسی ز سالِ وفاش نشان دہد
غالب شنید و گفت چہ گویم "بسا دریغ"
۱۲۷۷ھ
(باغ دودر)

۹۷

گویند رفت ذوق ز دنیا ستم بود
کان گوار گران بہ تم خشت و گل نہند
تاریخ فوتِ شیخ بود "ذوق جنتی"
۱۲۶۹ھ
بر قولِ من رواست کہ احباب دل نہند
۱۲۷۱ھ = ۲ + ۱۲۶۹
(باغ دودر)

۹۸

فتح سید غلام بابا خان
خود نشانِ دوامِ اقبالست

۱ - تہ کہان میکموہن -

۲ - میرزا کا عزیز دوست ، جوہر سنگھ جوہر اور پیرا سنگھ کا باب -

ہم ازین رو بود کہ غالب گفت
کہ "ظفر لایمہ" ابد" سلامت
۱۲۸۳ء
(اردوئے معلیٰ)

۹۹

سہ تن ز پیمبرانِ مرسل
گشتند بِقُرْبِ حق مشرف
عیسیٰؑ ز صلیب و موسیٰؑ از طور
ختم الرسلؑ از براق و رلوف
(باغ دودر)

۱۰۰

تا بود چار عید در عالم
بر تو یارب خجسته باد و بہیر
عیدِ شوال و عیدِ ذی الحجہ
.....
(باغ دودر)

۱۰۱

کرد چون ناظر وحیدالدینی ز دنیا انتقال
گفتم آیا ہر کدام آگاہی بود سالِ وفات

۱ - ابن معبراج از نظر احصائیات مذہبی زندہ بودہ لنا انرا حذف
کردہ ایم -

گفت غالب کز سر "زاری" اگر نامش برند
خرد ہمیں ناظر وحید الدین بود سالِ وقت
(باغ دودر)

۱۰۲

طرازِ انجمنِ طوی میرزا یوسف
قرار باقتِ دریں مہ بہ حکمِ ربِ دود

دوشنبہ بہست و دوم روز از مہ شعبان
دہے کہ مہر نمود سولے قبلہ سر بہ سجود

کرم کنند و فزایند زبِ بزمِ نشاط
بہ لہرِ فرخِ فرخندگی فزائے ورود

بہ سر برند شب اینجا کہ تا سفید صبح
ہمیں نظاۃِ وقص است و استماعِ سرود

سیدہ دم کہ ز نہیں شمولِ نکبت کل
دمِ نسیمِ سحر مشکبار خواهد بود

شوند جانبِ کاشانہٴ عروسِ روان
بہ شادمانی بختِ مبارک و مسعود

سہس بہ ہمروی جمع وقت برگشتن
سپاس بندہ نوازی ہی توان افزود

(باغ دودر)

۱ - میرزا غالب کے بھائی یوسف خان کی شادی لاٹو بیگم سیدانی
سے ہوئی تھی جن کا خاندان فراش خانے میں مقیم تھا۔

۱۰۳

الداۃ اسم و سال مولود
معلوم کن از "خجسته فرزند"

۱۳۰۹

چون یک صد و ہست و چار ماند
اہی ست شمارِ عمرِ دلہند

۱۳۸۵ = ۱۲۵ - ۱۳۰۹

(اردوئے معلیٰ)

۱۰۴

در بارۂ اسم و سال مولودِ سعید
رفت ز غالبِ مخنور توضیح

"ارشاد حسین خان" سنینِ ہجری است
بنگر کہ "خجستہ رخ" بود سالِ مسیح
(باغِ دودر) ۱۸۶۸

۱۰۵

بر شب بہ قلع و بختیہ ہادۂ کلفام
آرمے زدو سی سالِ سرا قاعدہ اہی بود

۱ - نواب ابراہیم علی خان وفا (بڑودہ) کے فرزند کی تاریخ ولادت -

۲ - میرزا نے ایک رباعی بھی کہی تھی :

حق داد بہ سید ز بٹے اعلاش

لرخ ہمرے کہ واجب است اکراش

تاریخ ولادت ہی بود بے کم و کاست

"ارشاد حسین خان" کہ باشد نام ہی (اردوئے معلیٰ)

شش روز شد اینک که همه دسترس نیست
شد غمزه نر دل که ازین بهش حزین بود

امشب چه سرایم که شب اول گور است
شش روز به بیخای و تلوا، جنبی بود

ناگاه در آن وقت که در قطع به عمر
از من دو قدم تا به دم باز پس بود

بگره دو تن از شرب مع منع نوشند
و آن مع نه از بقض بل از غیرت دین بود

هرچند بدان منع من از می نگذشتم
اما دم گیرای عزیزان به کمی بود

دانی که چه شد چون زو سوداگر صبا
کش داد و ستد یا من ویرانه نشین بود

بگزشت ز الدازه بایست به من گفت
دیگر ندیم باده که معمول نه این بود

با کاسه خالی چه کند کاسه خالی
تا خواسته و خواسته دل صبر گزین بود

گر زو بود از جامه دگر می طلبیدم
کو نقد در آن دست که پشمنی به زمین بود

در 'غیره' شعبان چو ز من باده گرفتند
خود غالب بر مرده لشایع ز سنین بود

روش پدر آر از مر شعبان کہ درینجا
متصود من از تخرجه البشہ پشہ بود

۱۰۶

قطعهٔ تاریخ وفات سید حسین لکهنوی

حسین ابنِ علی آبروے علم و عدل
کہ سید العلیا نقشر خامش بودے
نمائند و مانندے اگر بودے پنج سالِ دگر
غمِ حسینِ علی سالِ مامش بودے
(اردوئے معلیٰ، صفحہ ۲۳۲)

۱۰۷

ولادتِ فرزندِ میر غلام بابا خان

میر بابا یافت فرزندے کہ ماہِ چارده
بر فرازِ اوجِ گردوں گردهٔ شمالِ اوست

تسخی بینی و یابی بہرہ از ناز و طرب
از سرِ ناز و طرب ”فرزندِ فرخ“ سالِ اوست

$$۱۲۸۰ = ۱۲۲۱$$

۱۔ ”غم حسین علی“ کے اعداد ۱۲۷۸ ہیں۔ اگر حضرت سید العلیا
پانچ سال اور زندہ رہتے تو یہ تاریخ نکلتی = ۱۲۷۸ میں سے پانچ
منہا کیے تو ۱۲۷۳ تاریخ نکلتی۔

۲۔ ”فرزندِ فرخ“ کے اعداد ۱۲۲۱ ہوئے۔ ان میں ”سر ناز“ یعنی
ن (عدد پچاس) اور ”سر طرب“ یعنی ط (عدد نو) السٹھ جمع
کیے تو ۱۲۸۰ نکلتے جو تاریخِ ولادتِ فرزند ہے۔

۱۰۸

تاریخ وفاتِ پسرِ علانی

در گریہ اگر دعوی ہم چشمی ما کرد
یعنی کہ شود ایر بہاری خجل از ما

ناچار بگرییم شب و روز کہ زین میل
باشد کہ برد کالبدِ آب و گل از ما

گفتی کہ نگہدار دل از کشمکشِ غم
خود کرد برآوردِ غمِ جانِ گسل از ما

بجسلی شد و از شعاعِ سوزِ غمِ ہجرش
چون شمع دودِ دودِ پسر منصل از ما

غم دیدہ لیمی ہی تاریخِ وفاتش
بنوشت کہ در داغِ پسر سوخت دل از ما

(اردوئے معلیٰ)

۱۔ تاریخ نکالتا تھوڑی تفصیل کا مقتضی ہے۔ سب سے پہلے
”داغِ پسر“ کے اعداد نکالئے جو ۱۲۶۷ ہیں۔ پھر ”ما“
کے اعداد ہیں سے ”دل“ کے اعداد خارج کیجئے، کیونکہ
”دل“ چل گیا۔ ”ما“ کے اعداد اکتالیس اور ”دل“ کے چونتیس۔
اکتالیس میں سے چونتیس نکالئے، باقی سات رہے۔ یہ سات ۱۲۶۷
میں جمع کر دیئے تو ۱۲۷۴ بن گئے۔ یہی علانی کے فرزندِ بجسلی
کے انتقال کی تاریخ ہے۔

۱۰۹

قطعه ' تاریخِ وفاتِ لیبی ہنسی حنیر

شیخ لیبی ہنسی کہ با حسنِ خلق
داشت مذاقِ سخن و لہجہ تیز

سالِ وفاتش ز بیس یادگار
با دلِ زار و مژۂ دجلہ ریز

خواسم از غالبِ آشفتمہ سر
گفت مدہ طول و بگو "رستخیز"

۱۸۶۰ع

(از خط بنام منشی پرگوہال لفتہ ، اردوئے معلیٰ)

۱۱۰

شکرِ ایزد کہ ترا با ہدیت صلح فتاد
حوریانِ رقص کتانِ ساغرِ شکرانہ زدند

- ۱ - "رستخیز" کے اعداد ۱۲۷۷ ہیں - میں منشی لیبی ہنسی حنیر کی تاریخِ وفات ہے - میرزا نے ۱۸۵۷ع کے ہنگامے کی تاریخ "رستخیز ہے جا" سے لکالی ، یعنی "رستخیز" کے اعداد سے "جا" کے عدد جو چار ہیں ، منہا کیے جائیں تو ۱۲۷۳ رہ جاتے ہیں -

فدسیاں پھر دے لے لو و والا ہدوت
 قرعہ^۱ فال بنام من دیوانہ زدند^۲
 (بنام نواب علاؤ الدین خاں بہادر، اردوئے معلیٰ)

۱۱۱

تو اے کہ شیفہ و حسرتِ لقب داری
 ہی بہ لطفِ تو خود را اسیدوار کم
 جو حالی از من آشفته ہے سببِ رغبت
 نوگر شفیع نکردی ہکو چہ کار کم
 دوبارہ عمر دہندم اگر ہفرضِ حال
 براں سرم کہ دواں عمر ایں دوکار کم
 یکے اداے عبادتِ عمرِ پیشینہ
 ذکر بہ پیشگیرِ حالی اعتذار کم^۳

۱۱۲

فرزانیہ^۴ یکالہ مباراؤ راجہ را
 بادا بقائے دولت و اقبال جاوداں

۱ - یہ تاریخ نہیں محض شعر ہیں - دونوں شعروں میں حافظ کی غزل

کے دو مصرعے نظم کر دیے ہیں -

۲ - یہ قطعه ”یادگار غالب“ سے لیا گیا ہے -

سپرش ، یکے ز کارگزارانِ بارگاہ
ماہش ، یکے ز لاصیہ سہیلِ آستان

فرمود تا طرازِ گلستان کنند نو
ز انسان کہ در بہار شود قازہ بوستان

آغا کہ حقِ معرودہ بہ دستش کلیدِ کنج
تا کرد خامہ را بندگارش گہرِ نقاش

رخشید حسنِ جوہر الفاظ از سداد
ز انسان کہ در سوادِ شب انجم شود عیان

غالب طرازِ سالِ ہدیں گونہ نقشِ بست
از روئے طرزِ تعبیر در معرضِ بیان

ہر کس کہ خواہد آگہی از سالِ اختتام
باید کہ دل نہد بہ ”گلستانِ بے خزان“

* ۱۳۶۵

۱۔ آغا صاحبِ دہلی میں میر ہند، کش کے شاگرد اور آخری دور کے ممتاز خوشنویس تھے۔ مہاراجہ بنے سنگھ والی الور نے آغا صاحب سے ”گلستان“ کا ایک نادر نسخہ لکھوایا تھا، جس کی کوئی نظیر دلیا کے کسی حصے میں موجود نہیں۔ اس پر ایک روایت کے مطابق پچاس ہزار روپے اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ روپے صرف ہوئے تھے۔ اسی نسخے کے لیے میرزا نے یہ قطعہ تاریخ لکھا تھا۔ ”گلستانِ بے خزان“ سے ۱۳۳۱ نکلتے ہیں، اس میں ”دل“ کے اعداد (۴۴) شامل کیے جائیں تو ۱۳۶۵ بنے۔ جس اختتام کتابتِ گلستان کی تاریخ ہے۔ یہ گلستان ۸۰۶ء میں مکمل ہوئی اور بنے سنگھ نے ۱۸۵۷ء میں وفات پائی۔

۱۱۳

به روزِ حشرِ الهی چو نامهٔ عملم
 کنند باز که آن روزِ بازِ خواه من است
 بکن مقابله آن را ز سرنوشتِ ازل
 اگر زیاده و کم باشد آن گناه من است

۱۱۴

برآیم به نیروی این تیغِ نیز
 که مغزِ عدو را کم راز راز
 عدو آن که "برهانِ قاطع" نوشت
 به گفتارِ مست و به متجارِ زشت
 اگر گفته آید که او مُرد و رفت
 ز مغزش چه خواهی پس ای شکفت
 ز مغزش خرد جسم اما چه سود
 که در زندگی نیز مغزش نبود
 امید آن که گفتارِ آن بے پیر
 کم هم به گفتارِ زبر و زار

امید آن کہ چوں کار سازی کنم
بدین نامہ دشمن گدازی کنم

زہے نامہ کز لہر اقبالِ او
”یکے تیغ تیز“ آمدہ سالِ او“

(تیغ تیز ، صفحہ ۳ ، ۵)

۱۱۵

امینِ ملک و ممالک ، معظم الدولہ
امیرِ شاہ نشان و کریمِ ابر نوال

مران بہ معرکہ فیروز جنگ خواندش
زہے بہ طالعِ فیروز خویش ترخ قال

سنودہ مشک و نرزانہ قیافسِ قاسم
رہاضِ شان و شکوہ و چہارِ جاہ و جلال

۱ - ”یکے تیغ تیز“ کے اعداد ۱۸۶۷ بنتے ہیں ، یہی ”تیغ تیز“ کی طباعت کا عیسوی سال ہے ۔

۲ - نام : قاسم تھو قلس مشکاف - خطابات : معظم الدولہ امین الملک اختصاصی یارخان فرزند ارجمند جان بیوند سلطان - ۱۸۳۸ع میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کی - ۱۸۵۳ع میں پیرولٹ بنا ، ۱۸۶۶ع میں ملازمت سے سبک دوش ہو کر ولایت چلا گیا - ۱۸۸۳ع میں وفات پائی ۔

یہ قطعہ ۱۸۳۸ع کے بعد مشکاف کے ہمہ پیدا ہونے پر لکھا گیا ۔

ماترِ فامشِ نورِ دیدہ دولت
مکرمِ کرمشِ روحِ قالبِ اقبال

ز ترکنازِ سوارانِ موکبِ چاہش
بسانِ سبزہ شود چرخِ نیلگونِ ہمال

بہ منظرش چہ زفی دم ز لیترِ رخشان
کہ آن در اوجِ ہوا طائرے ست زبیں ہال

کدام لیترِ رخشان کہ خود ز منظرِ او
پدید گشتہ در آئینہٴ فلکِ سیمال

زبے عطایے تو کشفِ عقدہٴ حاجات
خسے نگاہِ تو و ستارِ صورتِ آمال

ز قیصر و جم و دارِ فسالہ ہا دایم
ولے نظیرِ تو ام نگزود بہ وہم و خیال

مگر خدایے جہاں آفرین بہ شوکت و جاہ
نیافریدہ تورا در جہاںِ عدیل و ہال

یکے منم ز مسیحا دمانِ فنِ کلام
یکے منم ز ہا شہبرانِ اوجِ کمال

کہ چون بہ مدحِ تو روی آورم ، فروماند
زبان ز لکنتِ سرائی چنان کہ گردد لال

بیارگاہِ تو کز آہاں بود صحنش
ہمے کتم بہ سخنِ تھندہٴ دعا ارسال

ترا کہ رونقِ این گلشنی مبارک باد
طرب فزائی پیموندِ نودسیدہ نہال

مهر فشاںِ این لعلِ یمنی و بہ چہان
ز نعلِ مہدی و طرب بر خوری ہزاران سال

۱۱۶

اندیش سال بہایوں کہ سپہر از رہ سہر
کردہ دنیا و ہر آفاق بہایوں اثری

این شرف نامہ معنی کہ طلسمے ست شگرف
یافت پیرایہ اہمام بہ والا نظری

سال اہمام خود آنست بہ آئینِ حساب
کہ ہر آئینہ ہر وجہ فانی را شعری

اول آحاد کہ چون با عشرات آہری
کند از روی ورق نقش دو شش چلوہ گری

چون بہ آرایشِ عنوان مات آری روی
جزدہ و دو نبود آئینہ در آہجا نگری

آن دو شش وین دہ و دو اینست شمارے عجیہ
روزگارست کہ عالم شدہ اتنا عشری

دائم این تذکرۂ باغ و دران باغ بود
چنیش خامہ غالب دم بادِ سحریٰ

۱۱۷

ہزار و ہفت صد و شصت و ہفت سال مسیح
کہ ماہ عید و ماہ فروری بہم بود است
کہ این نکاتِ گرامیہ درخشنده
ز انطباع خود انوار مطبع افزود است

۱۱۸

اے نشانہائے خرد در تو ہویدا تر ازان
کہ سرود از لب و آب از گہر و تاب ز مسر

ہم ز روئے تو نمودار توانائیِ رائے
ہم ز خوئے تو پنددار دل آرائیِ مسر
(کلیات نثر غالب، صفحہ ۱۷۱)

۱۔ کلیات نثر فارسی (صفحہ ۹) میں یہ میرؔ مہدی مجروح کے تذکرہ ”طلسم راقی“ کے دیباچے کا قطعہ ہے جو ۱۲۹۹ء میں مکمل ہوا۔

۲۔ یہ میرزا غالب کی تصنیف ”نکات و رفعات“ کے انطباع کا قطعہ ہے۔

فاتحہ

۱

بہرِ ترویجِ جنابِ والیِ ہوم الحساب
خامنِ تعمیرِ دارستانِ دلہائے خراب

جرمِ آمرزے کہ گر جوشد بہارِ رحمتش
بر فناے خویش لرزد چوں دلِ مجرمِ عذاب

رائشِ اعدائے اورا در شہارِ سالِ عمر
نعلِ واژوں بندد از ناخنِ بر انگشتِ حساب

نوحِ عمرے مالد طوفانی بہ بھرِ سطوتش
قاسر و زانو بہ سوچے باختِ مانندِ حباب

سایہاش جز در حرمِ قدسِ نتوان یافتن
کز شکستِ رنگِ اسکانِ عصمتش دارد نقاب

لغمہ چوں خون و رگِ ابریشمِ سازِ افسرد
ہیبتِ نہیش اگر ریزد خیبِ احتساب

بارگاہش را ز خورشید است خشتِ آستان
شمعِ بزمش راست گلگیرِ از دولتِ مہتاب

بہر ترویجِ جنائے کز نہیبِ عصمتش
سیقلِ آئینہ بر نورِ نظرِ ریزد حجاب

آستانش بر نشانِ گلہ جلالے کز ادب
حلقہٴ بیرونِ در گردیدہ چشمِ آفتاب

بہر ترویجِ امامِ رہنمایِ انس و جان
عابدِ اللہ و معبودِ خلاقِ یوتراپ

دلدلِ برقِ آفرینش را رمے کاندو خیال
می جہد ہمعجونِ نگاہ از حلقہٴ چشمِ رکاب

ذوالنقارش شاہدے کاندو مماسا گلہ قتل
می کشد دو شوقِ او از موجِ الف بر سینہ آب

دو خیالِ صدمہٴ جان دادگانِ ضربش
می جہد از دیدہٴ عیسیٰ چراغِ آفتاب

بہر ترویجِ حسنِ فرمانِ دہِ القلمِ دہی
خسروِ عرشِ آستانِ شاہنشہٴ جنت مآب

توسنِ قدرش کہ سطحِ عرشِ جولانگاہِ اوست
از خمِ زالوے جبریلِ امینِ داودِ رکاب

بہر ترویجِ شفیعِ یکِ جہاںِ غاصیِ حسین
آنکہ مینو راست از گردِ قدمِ گاہشِ سبحان

در گہشِ را حملِ خوابِ زلیخا فرسِ راہ
خمیدہ گاہشِ را نگاہِ مہرِ کنعانِ طناب

عاشقِ الله و معشوق و وفادارِ رسول^۱
 قبله^۲ عشق و پناهِ حسن و جانِ یوقراب^۳

بهر ترویجِ امام ابنِ امام ابنِ امام
 آدم آل^۴ عبا شاهنشهرِ عالی جناب

لاله را بهم رنگِ چشمِ بخون آلوده اش
 می زند بر فرق از داغِ غلامی انتخاب

بهر ترویجِ محیطِ فیض^۵ باقر^۶ کز شرف
 در هواے آستانِ بوسش می بالد ثواب

بهر ترویجِ علی جعفر صادق^۷ که اوست
 ولایتِ علمِ رسول^۸ و خازنِ سترِ کتاب

تکیه جز بر قولِ او کردن خطا باشد خطا
 راه جز بر جاده اش رفتن عذاب آمد عذاب

بهر ترویجِ شاهِ کاظم^۹ که در هر عالم است
 چون قضا حکمش روان و چون قدرِ رایش سواب

بهر ترویجِ رضا^{۱۰} کز بهر تعبیر جهان
 گشته معارفِ کرم را جاده^{۱۱} راهش طناب

۱ - امام زین العابدین^۳

۲ - امام مهد باقر^۴

۳ - امام جعفر صادق^۵

۴ - امام موسی کاظم^۶

۵ - امام علی رضا^۷

بہر ترویجِ تقیؑ کا اندر تماشا گاہِ اوست
طاقِ ایوانِ آسمانِ مرآتِ روشن آفتاب

بہر ترویجِ تقیؑ کز بہر تقربِ نیاز
ہدیہ آوردست ترگس دان بہ بزمِ مہتاب

بہر ترویجِ حسنؑ آن آفرینش را ہنہ
کز قرفع آستانش عرش را باشد جواب

زین سہم بہر ظہورِ مہدیؑ صاحبِ زمان
ظلمتستانِ شبِ کفر و حسد را آفتاب

قول و فعلش بے سخن کردار و گفتارِ نبیؑ
رسم و رایش بے تکلف رسم و راءِ بو ترابؑ

حبذا معارفِ کیتی کز ہئی تعبیرِ دین
در کف از سر رشتہٗ شرحِ نبیؑ دارد طناب

تا بچوید خویش را ز آئینہٗ رخسارِ او
شاہدِ دینِ نبیؑ از چہرہٗ بر دارد نقاب

اہر لطفش ز آتشِ دوزخِ بہالاید بہشت
ہرقہٗ قہرش اہرِ رحمت را کند دودِ کباب

۱ - امام تقیؑ

۲ - امام تقی

۳ - امام حسن عسکری

۴ - امام مہدی جنہیں امام غائب مانا جاتا ہے

بعد ازین بهر شهیدانی که خوش جان داده اند
در شهادت گاه ، شاه کربلا را در رکاب

سیمای از بهر قریح علمدار حسین^۳
پیشوای لشکر عبیر و ابن بوتراب^۴

حضرت عباس عالی رتبه کز ذوق حضور
زخم بر اجزای تن پیمود و بر دل فتح باب

یا علی^۵ دانی که روح سوخته تست از هر نورد
بر چه آغازم مخاطب دامت در هر خطاب

سوخته آتش دیده را مانم که بهر خویشین
حلقه^۶ دام فنا گردیده ام از پیچ و تاب

غافل از رفتار عمر و فارغ از تکمیل عشق
رفته از حقیقت در آغوش وداع دل به خواب

نقد آگاهی به ویم فرصتی دریاغنه
دست خالی بر سر و دل در نورد اضطراب

خود تو می دانی که گم گردیده دشت امید
تنه تر می گردد از بے آبی موج سواب

دلوز کار افتاد و پا از زور و دست از هم شکست
جاده ناپیدا و منزل دور و در رفتن شتاب

فناش نتوان گفت یعنی شاید مقصود من
جز به خلوت گاه اسرار تو نکشاید نقاب

شعلہ شوقے ہوس دارم ز کانونِ خیال
 کاترِ افسردہ را بخشد نویدِ آفتاب
 دین و دنیا را ہلا گردانِ نیازت کردہ ام
 جلوہ رنگین تر از جنت کہ ہاشم کلمیاب

۲

بہر ترویجِ نبیؐ - حاکمِ ادیان و ملل
 کارفرمایِ نبوتِ ابداً ہم ز ازل

بہر ترویجِ کلِ روغنِ عصمتِ زہراؑ
 آن بہ تقدیسِ چو ذاتِ صمدی عشر و جل

بہر ترویجِ علیؑ آن کہ بہ نزدِ جمہور
 قبلہٗ آلِ رسولؐ است و امامِ اول

بہر ترویجِ حسنؑ چشم و چراغِ آفاق
 کہ خیالی دہد آئینہٗ جان و صیقل

بہر ترویجِ حسینؑ آنکہ دو چشمِ جبریلؑ
 از بٹے سرمہٗ خاکِ دوش آمد مکحل

بہر ترویجِ امامِ ابنِ امامِ ابنِ امام
 آدمِ آلِ عباؑ ز آدم و عالمِ افضل

بہر ترویجِ گلِ باغِ ہندۂ باقرؑ
 آنکہ جان دادہ مخالف ز نہیںش چو جعل

بهر ترویج بحق لاطقی امام صادق
آنکه دانای علوم است و توانای عمل

بهر ترویج شدید موسی کاظم^۳ که بود
جلوه^۴ طور به آرایش بزمش مشعل

بهر ترویج رضا^۵ ضامن غربت زدگان
خضر را ناصیه بر خاکِ درش مستعمل

بهر ترویج تقی^۶ و زبانی ترویج تقی^۷
بر دو در دفتر ایجاد دو فردِ اکمل

بهر ترویج حسن^۸، عسکر دین را سالار
فته^۹ بارگش کبیر گردون بمثل

بعد ازین بهر طلوع میرِ اوج عرفان
مظهر عدلِ حقیقی و امامِ اعدل

حضرت مهدی^{۱۰} پادی که وجودش باشد
شانِ ماضی و گرانِ مایگیِ مستقبل

بهر ترویج شهیدانِ گرامی پایه
با دل و جانِ رسول^{۱۱} عربی هم مقتل

حتی از بانی ترویج علمدار حسین^{۱۲}
آنکه در لشکر اسلام بود میرِ اجل

بهر جمعیت آنان که درین انجمنند
با یقینِ بری از ریب و مبتلا ز خال

در حقِ غالبِ بیچاره دعاے کہ دگر
تکشد دردِ سرِ تاب و تبِ طولِ امل

شاد شادان به نجف بال کشاید که شود
گردِ آن بادیه از بهر صداعش صندل

هر رود زین تنِ خاکی به فضائے ارواح
قارخ از کشمکشِ سطوتِ مرغ و زحل

نوحه

۱

ای ملک شرم از ستم بر خاندانِ مصطفیٰ
داشتی زین پیش سر بر آستانِ مصطفیٰ

ای به مهر و ماه نازان ، بیچ میدانی چه رفت؟
از تو بر چشم و چراغِ دودمانِ مصطفیٰ

سایه از سروِ روانِ مصطفیٰ نفتد به خاک
بان ، چه بر خاک افکندی سروِ روانِ مصطفیٰ

کوسر بازار اسکان خود طفیلِ مصطفیٰ ست
ببین چه آتش می زنی اندر دکانِ مصطفیٰ

کینه خواهی بی که با اولادِ امجادش کنی
آنچه با ما کرده اعجازِ بنانِ مصطفیٰ

نیک نبود کز تو بر فرزندی دلبندهش رود
آنچه رفت از مرتضیٰ بر دشمنانِ مصطفیٰ

یا تو دانی مصطفیٰ را فارغ از ریغِ حسین
یا تو خواهی زین مصیبت امتحانِ مصطفیٰ

یا مگر گاہے نہ دہدی مصطفیٰ - را ہا حسینؑ
یا مگر ہرگز نہودی در زمانِ مصطفیٰ -

آن حسینؑ است ای کہ سودے مصطفیٰ - چشمش بہ رخ
ہوسہ چون باقی نہ مائدے در دہانِ مصطفیٰ -

آن حسینؑ است ای کہ گنتے مصطفیٰ - "روحی فداک"
چون گذشتے نام ہاکش پر زبانِ مصطفیٰ -

قدسیاں را نطقِ من آوردہ غالب در سابع
گشتہ ام در لوحہ خوانی مدحِ خوانِ مصطفیٰ -

۲

اے کج اندیشہ فلک حرمتِ دینِ بایستے
علمِ شاہِ نگوں شد، نہ چنیں بایستے

تا چہ افتاد کہ پر لیزہ سرش گردانند
عزتِ شاہِ شہیدان بہ اڑیں بایستے

حیف باشد کہ فدا خستہ ز تومن پر خاک
آنکہ جولانِ کبر او عرشِ بریں بایستے

حیف باشد کہ ز اعدا دمِ آہِ طلبد
آنکہ سائل بہ درش روحِ امیں بایستے

تازیان را به چگر گوشه " احمد " چه نزاع
 وطن اصلی این قوم ز چیں بایسته
 ایها القوم ! تنزل بود از خود گویم
 میهمان بے خطر از خنجر کییں بایسته
 سخن این است که در راه حسین " ابن علی "
 پویه از روی عنایت به چیں بایسته
 چشم بد دور ، به هنگام تماشاے رخس
 رونما سلطنت روی زمیں بایسته
 داشت نا خواسته در شکر قدومش دادن
 اگرش ملک و گر تاج و لگیں بایسته
 چون به فرمان خود آزائی و خود بینی و بغض
 آن نکردید که از صدق و یقیں بایسته
 با اسیران ستم دیده پس از قتل حسین "
 دل نرم و منظر سهر گزینی بایسته
 چه ستیزم به قضا ، ورنه بگویم غالب
 عالم شاه نگویند شد ، نه چیں بایسته

۳

وقت است که در پیچ و خم لوحه سرائی
 سوزد نفس لوحه گر از تلخ نوائی

وقت است که در سینه زنی آلِ عبا را
سربنجه حنائی شود و رنگِ هوای

وقت است که جبریل ز بهمانگی درد
غم را ز دلِ فاطمه^۳ خواهد به کدائی

وقت است که آن پردگیان کز ره تعظیم
بر درگمِ شان کرده فلک ناصیه سائی

از خیمه^۴ آتشی زده عریای بدر آیند
چون شعله دخان بر سرِ شان کرده ردائی

جانها همه فرسوده^۵ نشویش اسیری
دلها همه خون گشته^۶ اندوهِ رهائی

اے چرخ چون آن شد ، دگر از هر چه کردی ؟
اے خاک چو این شد ، دگر آسوده چرائی ؟

خون گرد و فرو ریز ، اگر صاحبِ مہری
برخیز و بخون غلط ، گر از اہلِ ولای

تنہاست حسین^۷ ابنِ علی^۸ در صفِ اعدا
اکبر نو کجا رفتی و عباس کجائی ؟

توقعِ شفاعت که پیبر^۹ ز خدا داشت
از خونِ حسین^{۱۰} ابنِ علی^{۱۱} یافت روائی

فریادِ ازان حاملِ منشورِ امامت
فریادِ ازان نسخه^{۱۲} اسرارِ خدائی

فریاد ازاں زاری و خونابه فشانی
 فریاد ازاں خواری و بے برگ و لوانی
 فریاد ز بیچاری و خستہ درونی
 فریاد ز آوارگی و بے سر و ہانی
 غالب جگرے خون کن و از دیدہ فروبار
 گر روئے شناسِ علمِ شاہِ شہدائی

۴

سرورِ چینِ سروری افتاد ز پا ، ہائے
 شد غرقہ بہ خونِ پیکرِ شاہِ شہدائے ہائے
 بر خاکِ رہ افتادہ تنے بہست ، سرش کو ؟
 آن روئے فروزندہ و آن زلفِ دوکا ، ہائے
 عباسِ دلاور کہ در آن راہروی داشت
 شمشیرِ بہ یک دست و بہ یک دست لوا ، ہائے
 آن قاسمِ گلگون کفنِ عرصہٴ محشر
 وان اکبرِ خولیں تنِ میدانِ وغا ، ہائے
 آن اصغرِ دلخستہٴ پیکانِ جگر دوز
 وان عابدِ عمدہٴ بے برگ و نوا ، ہائے
 اے قوتِ بازوئے جگر گوشہٴ زہرا
 دستِ تو بہ شمشیر شد از شانہ جدا ، ہائے

اے شہرہ بہ داسادی و شادی کہ نہ داری
کافور و کفن ، بگڑوم از عطر و تبا ، ہائے

اے مظہر انوار کہ بود اہل نظر را
دیدار تو دیدار شہر ہر دو سرا ، ہائے

اے گاہنِ نورستہ گلزار سیادت
نایافتہ در باغ جہان نشو و نما ، ہائے

اے منبعِ آن ہشت کہ آرایشِ خلدند
داغہم کہ رسن شد بہ گلوے تو ردا ، ہائے

بالغِ نظرانِ روشِ دینِ نبی ، حیف
قدسی گہرانِ حرمِ شہرِ خدا ، ہائے

ماتمِ کدہ آن خیمہ غارت زدگان ، حیف
غارت زدہ آلِ قافلہ آلِ عبا ، ہائے

آن تابشِ خورشیدِ درانِ گرمِ روی ، حیف
و ان طعنہ کفار در آن شورِ عزا ، ہائے

غالب بہ ملائک نتوان گشت ہم آواز
اندازد آن کو کہ شوم نوحہ سرا ، ہائے

۵

شد صبح بدان شور کہ آفاق چہم زد
مالا کہ ز خونِ ریزِ بنیِ طاعنہ دم زد

تا تلخ شود خوابِ سحر ، و ز شرِ شبنم
شورابه اشکِ به رخِ اهلِ حرم زد

چون است که دستی نژد آبله کز قهر
کل ز آتش سوزان به سر طرفِ خیم زد

حاشا که چنین خیمه توان سوخت ، مگر دهر
بر کند ازین وادی و در دشتِ عدم زد

گوئی بنی این خنجر بیداد فسان بود
آن سنگ که کافر به شهنشاهِ آسم زد

عباسِ علمدار کجا رفت که شیر
دستِ به پلایک زد و دستِ به علم زد

زین خون که دود بر رخِ شیر کوان یافت
کالدر رو دین شاه چه مرداله قدم زد

نشکفت که باله به خود از نازِ شهادت
کش خاسه تقدیر به نام که رقم زد

هی کاتبِ تقدیر که در زمره احیا
چون نامِ حسین ابن علی وقت قلم زد

زین حیف که بر آلِ رسول عربی رفت
آمد اجل و دست به دامنِ سم زد

این روز جهان سوز کدام است که غالب
شد صبح بدان شور که آفتابِ هم زد

مخمس

در سجد دستبرد به اژدر کند علی
 ولع نزاع باز و کیوتر کند علی
 از جور چرخ هر سئو من گر کند علی
 زور آزمایی که به خیر کند علی
 دایم بهان به گنبد بے در کند علی

و سم ست خسروانه که شاهان به روز بار
 گیراند کار خویش ز دستور و پیشکار
 دستور شه لی و خداوند دستیار
 میگویم و هر آئند گویم هزار بار
 کار خدا به عرصه محشر کند علی

گر کار ناست برزه ، برو کو بگو بگرد
 چون سوقیان به عریده در چار سو بگرد
 سلطان دین علی ست یا گرد او بگرد
 جان رو نما پذیر و درین جستجو بگرد

کز حرفه خیال تو سر بر کند علی

ایمان و بغضِ خواجه چراغ ست و تند باد
یا رب کسے اسیرِ ہوا و ہوس مباد

با وے نیارم از سترِ روزگار یاد
دینِ پر خور و دالشی و دالشی رسد بہ داد

تا کارِ دین بجایے پیہر کند علی^۳

روے نکوے خواجه نہ بینند گر بخواب
اصحابِ کھف را نبود زینہارِ قاب

شد کلم بخش ہر کہ ز شاہ است کلمیاب
دریوزہ فروغ کند از وے آفتاب

گر ماہ را بہ ماہ توانگر کند علی^۳

یزدان کہ مست کرد روان را بہ ہوسے او
آویخت ہشت خلد بہ یک تارِ موسے او

چشمِ مباد گر نگرم جز بہ سوسے او
جرمِ ہزار رند ببخشم بہ روسے او

گر خود سرا بہ محکمہ داوڑ کند علی^۳

گفتم بود فروغِ چالشِ نظرِ فروز
گفتم بود نگاہِ عتاشِ نظارہ سوز

گویم کہ لطفِ تشنہ گفتم بود ہنوز
بہش وے آفتاب نماید چراغِ روز

در چاشتگہ چراغ اگر ہر کند علی^۳

اینک شیوعِ فتنه* روزِ قیامت است
 جدا ز هر نورد هزاران علامت است
 اسلام را دگر چه امید سلامت است
 بر دستِ آن که خاتمِ قوسِ امامت است
 آرایشِ جهان مگر از سر کند علی*

هر چند چرخِ قاعده گردانِ عالم است
 بعد از نبی ، امام نگهبانِ عالم است
 اندر کفِ امامِ رگِ جانِ عالم است
 دل داغِ ره نوردیِ سلطانِ عالم است
 بازش بجایِ خویش مقرر کند علی*

بر آستانِ سرورِ عالم نشسته ام
 الدوه ناکِ رفته و بے غم نشسته ام
 جنگم چرا به خلقِ جو من هم نشسته ام
 از خواجه تاشِ خویشِ مقدم نشسته ام
 رحمت به حالِ غالب و فنیتر کند علی*

ترکیب بند ، ترجیع بند

ترکیب بند

۱

آن سحر خیزم کہ مہ را در شبستان دیدہ ام
شب نشینان را دریں گردلہ ایوان دیدہ ام

اینت خلوت خانہ روحانیان کالجہ ز دور
زہرہ را اندر ردای نور عریان دیدہ ام

ہر یکے خارج ز غیر و ہر یکے نازان بہ خویش
لولیے را در دو عشرت گہ دو مہبان دیدہ ام

ہرگز اے نادان بہ رسوائی نہ بندی دل کہ من
ماہ را در ثور و کیوان را ہم میزان دیدہ ام

رفتہ ام زان پس بہ سیر باغ و مرغان را بہ باغ
سر بہر سہر خواب زہر بال پنهان دیدہ ام

کلیک موج نکبت کل دم ز گردش ناز دہ
نامہ فیض سحر بنوشته عنوان دیدہ ام

شانہ باد سحر گاہی بہ چہش ناسہ
طرہ سبیل بہ بالی بر پریشان دیدہ ام

باد سرمستانه می چنید و شبنم می چکید
 لحنچه را در رخت خواب آلوده دامان دیده ام

صبح اول گوهر وے کس نیاورد از حیا
 صبح ثانی را برین سنگامه خندان دیده ام

عمرم را از نهان روزگارم کرده اند
 تا به حرفم گوش نهند خلق ، خوارم کرده اند

چشم از انجم به دیدار عزیزان روشن است
 شام پندارم جواهر سرمه چشم من است

تا چه بنایند ، بان باید نظر بر پرده دوخت
 ظلمت شام است چلباب و بر اختر روزن است

راسیان چرخ را آماجک جز خاک نیست
 جان پاک از اختران بیند اثر تا در تن است

ای که گفتم هفت کوکب در شمار آورده ام
 زان میان بهرام شور انگیز و کیوان بر فن است

دشمنی دارم برون زب هفت ، کز غارت گری
 هم به شب دزد متاع و هم به روزم رهزن است

اهل معنی را نگهدارد به سختی آسمان
 سفاه را بر گنج زرینی که بند از آبن است

لطف طبع از میده فیاض دارم ، نه ز غیر
 دشت را خود رو بودگر سرخ گل و سوسن است

کار چون نازک بود علت ننگچه در میان
نخچه در تنگی قبایش بے نیاز از سوزن است

از عطارده بودم فیض سخن کان ننگ چشم
خود به حکم هم فنی از رشک با من دشمن است

من که با ساق ز والائی فروتاید سرم
آفتاب آسا بسوزد خویش گردد سالحرم

روشنایی چرخ در جمع اسیرانش مسم
قور چشم روزن دیوار زندانش مسم

ثابت و ستیار گردون را رصد بستم به علم
و شمع تسبیح گوهر بام غلطانش مسم

بے ز دانش کامیاب و بے به سختی ننگ دل
شرمسار کوشش برجیس و کیوانش مسم

در لثومی شهره دهر از تپه دستی است چرخ
رفته مسکین را ز یاد و گنج پنهانش مسم

تیر تازد گر به ادیسی به خاک اندازمش
زهر نازد گر به بلقیسی سلوانش مسم

کعبه با من از سروت عذر خواهر بام رش
وز ادب شرمندۀ خار مغیلاش مسم

در غریبی عویش را از غصه در دل می خام
خورده ام از شست لحم تیرے کہ پیکانش مسم

لوش چون راه لب گیرد ، ادا نمیش نیش
نیش چون مغز دلم کاود ، زبالدانش منم

مالمه ام تنها به کنج از دور باش باش وضع
خاله دارم که ندارند درباش منم

پایه من جز به چشم من نیاید در نظر
از بلندی اخترم روشن نیاید در نظر

خون گریستم گریه گلبالگ بمشاش زد به من
چشم آن دارم که هم خود زین سپس سازد به من

شاید من پایه من در وفا داند که چیست
می کشد عمداً بنواز ، آنکه می نازد به من

با من اندوختنشان روی گرداند ز من
به من اندر نازنینان گردن افرازد به من

رضت خاتم بر سر ره تا حنا بندد به پای
کرد خاک راه خویشم تا فرس نازد به من

چون بغیر از عمر کان مفت است پیچم مایه نیست
لبودم بپر زبان گر چرخ کج بازد به من

بر منش دست می تواند بود زان بالا ارم
دل نیازم شیر گردون پنجه گر بازد به من

بر که را گردون بلند آوازه تر خواهد به دهر
نوبت شاهی دهد و آنکه بنوازد به من

پادشاهان را ثنا گفتن نه کارِ هر کس است
دیده و ر شاخه که کارِ گفتن اندازد به من

ور تو کوئی پادشه را مایه نبود هم نیست
خود به شاهان مایه بخشم گر پردازد به من

آن که چون در ملک هستی سکه شاهی زند
سکه شاهی به طغرای بداللی زند

نوبهار آمد که رقصد بر سر دیوار گل
سرکشد چون شعله شمع از درونِ خار گل

عاشقان با عندلیبان دشمن و من در شگفت
کز چه ماند ، گرچه خوش باشد بروی یار گل

هم به دشت از کوه تا بُنگاه دهقان لاله زار
هم به شهر از باغ شه تا خانه خُتار گل

قاتلِ ما چون سبک دست است ما هم سرخوشیم
سر ز دوش افتاده و نغزاده از دستار گل

او 'بر از لیلی و لیلی لایک و غم جان گذاز
بر سر آشفته بجنون مزن زهار گل

بسترِ حارم بسازد رنج ، زان تو رسم که دوست
داندم در شب به بالین دیده خویار گل

آسمان سرگشته بود ، آسودگی جسم ز خاک
باغبان بیکانه بود آوردم از بازار گل

چند از باد و من انگارم که چون چنبیده مهر
گشته از فریادِ مرغانِ چمن بیدار گل

چون نه لرزد شاخِ گل برخویش چون بید که باد
از وے افشاند به پایِ حیدر کتر از گل

آن که در معراج از ذوقِ رخِ زیباے او
خواجہ را در چشمِ حق بی بود خالی جاے او

صبح سرمستانه بحرِ خائفه را در زدم
اوسخن سرکرد از حق ، من دم از حیدر زدم

شیخ حیران ماند در کارِ من و غافل که من
بوسه با از ذوقِ پایِ خواجہ بر منبر زدم

کرد پادش دو صفِ اوپاش دوشم شومسار
خشتِ ازخم کنده را بر شیشه و سحر زدم

بزمِ شوقش را نو آئینِ شمع و خوش پروانه است
بسکه بیتابانه خود را بر دمِ خنجر زدم

یافتم خاکِ ز راهش اشکِ شادی رفتم
خواست از من پادشاهش خنده بر افسر زدم

عذر از حق خواستم تا خواجہ را گفتم ثنا
رشته از جان تا فتم تا صبحه را مسطر زدم

محضری آورد قاصد از علی الالبان
پیش از آن کز خویش پرسم مهر بر محضر زدم

ذوقِ پاهوش چنگر را نشسته تر دارد به وصل
در بهشت از گرمی دل شوط، در کوثر زدم

بر نتاج آرزوی چاره در دل خستگی
تکیه کردم بر علی^۳ تا تکیه بر بستر زدم

لایقانی را که لطفش طرح نیرو افکند
فریبی حرزِ فسون سازان ز بازو افکند

در عدم پندار پیدائی سلیمان زاستی
آه ازین عالم گرش در چشم مورے جاستی

بستی ایزد را و عالم سیمای ایزدی است
لاجرم هر ذره را آن فتره در سیاستی

بر نوا نام دگر دارد ز فرق زبر و بم
ورنه خود یک زخمه و یک تار و یک آواستی

دو تماشاگاه جمع الجمع بر وفق نمود
قطره با سرچشمه و سرچشمه با دریاستی

گر صد گویند در حق کثرت اندر ذات نیست
ما علی^۳ گفتیم و آن هم اسمی از اسمی

جنبش بر شئی به آئین است کل شئی در وجود
هم بدان ساز است گر پنهان و گر پیداستی

نطق من گو صورت شاهد گرفته فی المثل
جای گردد از ره گزارش بوسه گل برخاستی

دین حق دارم معاذ اللہ نصیری ہستم
گر لہذا قد عیب جو بارے خدا داناستے

با علی دیر است عہد حق پرستی ہستم ام
وان بروزے بود کشی روزِ ازل فرداستے

حرف حق از خواجہ یادم بود تا گفتم بلئی
ذوقِ ایمان در نہادم بود تا گفتم بلئی

مرد نبود کز ستم بر خاطرش بارے رسد
ہم ز خود و غیم گرم از دشمن آزارے رسد

دو رہ یارم ز رشک پامے رہ بجائے خود
خون نند در دل ز زخمے کز سر خارے رسد

بیخ فروشم در سموز و کلبہ دور از چار سوست
میرود سرمایہ از کف تا خریدارے رسد

راحت ما را ز پیرنگی برات آورده اند
بت پرستان را سلام از نقش دیوارے رسد

دانش آن باشد کہ چشم دل ہمحق بینا شود
نے گمان باطلے کز وہم و ہندارے رسد

طور و نقل طور نبود کرجہ در خرگاہِ خویش
ہر کس افروزد چراغے چون شب تارے رسد

از دم بادِ سحرگاہی دل آساید ولی
جانی قزا تو باشد آن کز یاسمن زارے رسد

خوش بود درروزه فیضِ الهی از علی
گرچه از هر دو لعیبِ هر طلبِ کارے رسد

کهنه دایم گر دهنم طلیسانِ مشتری
تازه کردم از ردایِ خواجه گر تارے رسد

عاشقم لیکن امدانی کز خرد بیگانه ام
هوشیارم با خدا و با علی دیوانه ام

غالباً حسنِ عقیدت بر نتایجِ بیش ازین
هم ز خود بر خویش منت بر نتایجِ بیش ازین

نیست ز اسایِ الهی بر زبانم جز علی
بے خودم باسِ محبت بر نتایجِ بیش ازین

هسته ام دل در هواے ساقیِ کوثر به خدا
طعنه از حورانِ جنت بر نتایجِ بیش ازین

خاصه از بهرِ نظرِ پادشه خواهم بهمی
آبرویِ دین و دولت بر نتایجِ بیش ازین

در نجف وقتِ نمازِ آرم به سویِ کعبه روی
قیدِ قانونِ شریعت بر نتایجِ بیش ازین

باده در خلوت به عشقِ ساقیِ کوثر خورم
نازشِ ناموسِ نسبت بر نتایجِ بیش ازین

عاشقِ شاهم نه کافر، عشقِ شاهان کفر نیست
از غلطِ مهابانِ شہانت بر نتایجِ بیش ازین

چون بخوام روئے نماید بهم بر سرک دل
جان گدازم بے حسرت بر ناتمام پیش ازین

بوده ام وضو و تا ذوق سلوکم روئے داد
لاجرم رنج ریاضت بر ناتمام پیش ازین

از فنا فی الشیخ مشہودم فنا فی اللہ باد
محو گشتم در علیؑ، دیگر سخن کوتاه باد

۲

اے دل بہ چشم زخم حوادث فکر شو
اے چشم از تراوش دل اشکیار شو

اے خون بہ دیدہ دردگناز جگر فرست
اے دم بہ سینہ دود چراغ سزار شو

اے لب بہ توجہ قائم جانگاہ ساز ده
اے سر بہ غصہ خاک سر رہ گزار شو

اے خاک چرخ گر نتوان زد ز جادرای
اے چرخ خاک گر نتوان شد غبار شو

اے نوبهار چون تن بسمل بہ خون بغلط
اے روزگار چون شب بے ماہ تار شو

اے ماہتابِ روئے بہ سیلی کیود کن
اے آفتابِ داغِ دلِ روزگار شو

اے فتنہ بادِ صبح وزید این قدر غسب
اے رستخیزِ وقت رسید آشکار شو

آہِ این چہ سیل بود کہ ما را ز سرگزشت
تنہا ز سر مگو کہ ز دیوار و درگزشت

بگزر کہ بر من و تو جفا کرد روزگار
با پادشاہِ عہد چہا کرد روزگار

شاہِ سخن سراے سخنور نواز را
در بزمِ عیش لوحِ سرا کرد روزگار

شاخے کہ بود موسمِ آتش کہ بردہد
از لعلِ عمر شاہِ جدا کرد روزگار

مرگِ این چنیں رخ و تنِ نازک ندیدہ بود
کامرِ اجل بہ ہدیہ روا کرد روزگار

شہزادہ خُرد سال و بود روزگار پیر
شوخی بہ شاہزادہ چرا کرد روزگار

قرۓندِ پادشہ نہ شناسد معارف
آغوشِ گور چہر چہ وا کرد روزگار

اے آن کسان کہ خاکِ رہِ شہر بار را
توجہِ آبروے شاہِ نکرد روزگار

ہرچند ہے اجل نتوان پہنچ گاہ مُرد
آتش بہ خود زبید کہ فرخندہ شاہ مُرد

اے قوم خویش را بشکیم استعان کنید
ایں کار را بہ شیوہ کار آگہاں کنید

ملکست شاہزادہ و در وہ خطر ہے است
منعش ز عزم رہروی آن جہاں کنید

از سیوہ و کل آنہ دلش خواہد آن دہید
از جیلہ آنہ راے شاہ باشد آن کرد

ہر حرف دلشیں کہ بگوئید و نشنود
آن گفتہ را بہ عربدہ خاطر نشان کنید

وہ خود ز رفتش نتوانید باز داشت
بہودہ شوید و جامہ درید و لغاں کنید

گیرید دشنہ در کف و ہم بر جگر زبید
تا سینہ را ز دہدہ فزون خوشکجاں کنید

زہار ہش شاہ مگوئید و ہے خبر
تابوت را بہ جانب مرقہ رواں کنید

اے اہل شہر مدفن این دودمان کجاست
خاکم بہ ارق خواہگیر خسرواں کجاست

زان سبز خط کہ بر رخ او تادمیدہ ماند
گردے بہ دل نشست و غبارے بہ دہدہ ماند

بستانیان ہم عالم شہزادہ بیخوداند
زبان رو بود کہ پیرہن گل درینہ ماند

خون گشت و در دل و جگر دوستان قتاد
آن بادہ ہائے ناب کزو ناکشیدہ ماند

در مدح شاہزادہ سخن ہائے دلپذیر
دردا کہ ہم نہ گفتہ و ہم ناشنیدہ ماند

در وادیِ عدم نتوان رفت با حشم
ماند آفتہ بود و صاحبِ عالم جریدہ ماند

زان گلیں کہ صرصر مرگش ز ہا فکند
خارے ہم یادگار ہم دل با غلیہ ماند

اخلاق شاہزادہ بود دانشینِ خلق
ہوے ز آن شکستہ گلِ نورسیدہ ماند

آن سروِ مایہ دار کہ بارش نبود ، کو ؟
وان نو گلِ شکستہ کہ خارش نبود ، کو ؟

دستے ست اے سپر ترا در ستمگری
بارے برم ز جور تو پش کہ داوری

نیرنگ ساز چرخ کہ بیداد خوے اوست
با گل کند سوسی و با شاخ صرصری

داغم ز روزگار کہ شہزادہ بر غنورد
از خوبی و جوانی و فرخندہ گوہری

حیف است 'سردنش' که در ایام کودکی
بود اوستادِ 'قاعده' بنده پروری

شاه در ده و دو سالگیش کرده کدغدا
با قر خسروانی و فرتابِ فیضری

ناگاه روزنامه 'عمرش' دریده شد
اسضا پذیر ناشده توقیعِ شوبری

جز نو عروسِ صاحبِ عالم نیافتند
دوشیزه 'که' بیوه کنندش به دختری

زیبائی و جوانیِ فرخنده شاه حیف
آن نونهالِ سرو قدِ کجِ کلاه حیف

اے ره نوردِ عالمِ بالا چگونه‌ای؟
ما بے تو در بهیم، تو بے ما چگونه‌ای؟

از سایه در غمِ تو سیه پوش شد بهما
اے خفته در نشیمنِ عتقا! چگونه‌ای؟

زان پس که با تو آب و هواے جهانِ نساخت
در روضه 'جنان' به 'نماش' چگونه‌ای؟

با گلِ رخانِ دهر وفایِ لباشتی
با حوریانِ آئینه سیاه چگونه‌ای؟

ما به خودان به حلقه 'ماقم' نشسته ایم
از خویشتن بگوی که تنها چگونه‌ای؟

بے مطرب و ندیم و غلامانِ خرد سال
بے باغ و قلم و لبِ دریا چگونہای؟

بعد از تو شاه خیلِ ترا برقرار داشت
این جا عزیز بودہای، آن جا چگونہای؟

اے بعدِ مرگ راتبہ خوارِ تو عالمے
بروانہٗ چراغِ مزارِ تو عالمے

گفتارِ وا بنوحہ گری چیدہ ام اساس
در نوحہ شاعری مکتید از من التاس

در پردہ سنجی از دمِ خویشم رسد گزند
در زہروی ز سایہٗ خویشم بود پراس

من میہان و جرخِ میہ کاسہ میزبان
دردی خورِ پلاکم و تلخاہِ نوشِ لباس

باقی نہ ماندہ اشک چہ گرم بہ ہاے ہاے
از کار رفته دست چہ بر تنِ درم لباس

سر حلقہٗ لباسِ نشینانِ ماتم
الدومِ پندمانِ شد از خود کم قیاس

چون بود بزمِ ماتمِ شہزادہ بے خروش
من دمِ زدم ز تلخِ لوائی بریں لباس

از نوحہ عرضِ لطفِ سخن می توان گرفت
غالبِ سخنِ سراے و شہنشدہ سخن شناس

یا رب جهان ز قیصر تو با یرگ و سلو باد
عمر ابو ظفر شمع غازی دراز باد

۳

زین خرابی که در جهان افتاد
بگزر از خاک کاهان افتاد

چشم و دل غرقِ خونِ یگدگر است
زین کشاکش که در میان افتاد

می کشد بے ستان و دشنه و تیر
غم بر احبابِ سهرابان افتاد

شعله در چرخ ناگرفتِ کرات
لرزه بر عرش ناگهان افتاد

جست از سدره طائرِ قدسی
کش از آن مثل آشیان افتاد

زین قیامت که نئے بهنگام است
در حرمِ شورِ الامان افتاده

آن چنان جوش خورد از تفرغِ غم
کابِ زمزم ز ناودان افتاد

از فراز فلک گزار مسیح
سوی این پست خاکدان افتاد

ق

مردنِ خواجه چون به کعبه شنید
مردہ آسا ز لردہاں افتاد

خون ز غم در دلِ کلیم^۳ افسرد
لاجرم عقده بر زبان افتاد

گر فرود آفتد آسماں به زمین
با قضا در محے توان افتاد

گشت داعی غم حسین^۳ علی^۳
تازہ در ماتم حسین علی

از زبانها به معرض آثار
خون فرو می‌چکد دم گفتار

هالچے راست در نہان و عیان
دل غم اندوز و دیدہ دریا بار

درد این سو فشرده پا در دل
اشک آن سو دویدہ بر رخسار

مانجرا از خرد بڑوش رفت
گفت مے بین و دم مزن زہار

دیدہ باشی کہ خواجہ چون می‌زیست
لغنے آن فتر و فترخی یاد آر

رگِ بویِ ازو نیاقت گزند
دلِ موئے ازو نهد آزار

داد تن چون به خواب باز پس
با دلِ شاد و دیده بیدار

بهر دانه گردِ مضجع او
فتی هستند بر در و دیوار

مے نسوزد ز قلبِ شعله شمع
بالِ پروانه چراغِ مزار

مرگ سید حسین آسان نیست
دور آرد چنین کسے دشوار

از صفر روز رفت چون ده و هفت
شبِ شبیه یزاد روزِ شمار

ماه و تاریخِ کز امامِ رضا ست
ماه و تاریخِ سیدِ العباس

آن امامِ بهام یزادان دان
قهرمانِ قلمرو ایمان

آنکه گر نطقِ او نشان نه دهد
نرسد کس به معنیِ قرآن

آنکه گردونِ بدین ثوالی
یاشدش گوئے در خمِ چوکان

آنکه با وے بہشت و دوزخ را
چارہ لیود ز بردنِ فرمان

صفتِ ذاتِ وے بہ شرطِ وجوب
در نگنجد بہ حسیز اسکان

جویرش را عرض بود اسلام
این بہاید اگر نہاشد آن

از اولی الامر ثامن و ضامن
کہ نجاتِ نفوس راست ضامن

حسبِ دعوت بہ مامنِ مامون
کشت سہر سہر دینِ سہاں

آن ستم پیشہ را ہمی باہست
کہ کند خدمت از نینِ دلداں

بہ ریا و نفاق و خدعہ و زوق
کرد لطف و مروت و احسان

بہ ولی عہدیش فریفت مگر
مے تدانست پاہہ سلطان

خیر، سرِ پی کہ در حمایتِ عہد
پادشہ را دہد ولایتِ عہد

گفت مامون شے بہ چند غلام
کہ ہمیدوں درین شبہ و شکام

ہائے از سر کنید و ہشتابید
سوئے ہنگامہ قبلہ گاہِ اہام

گر بود در فراز ، زودا زود
باید آمد فرود از رو ہام

بس بدان ہائے کش صدا نبود
جانبِ خواہگہ کنید خرام

یکسرہ بر سرش فرود آرہد
لیغہائے برآمدہ ز قیام

اہرمن گوہرانِ تیرہ درون
خالہ زادِ سوادِ ظلمتِ شام

شاہ را یافتند تا جہتند
صحن و اہرانِ آن خجستہ مقام

بود آن دم درونِ حجرہ خاص
بر نہالے بہرخت خوابِ امام

اوصیا راست از نہایتِ قرب
جامدہ خوابِ جامدہ احرام

تیغ با بر سرش فرود آمد
ہمچنان کز خدا درود و سلام

ہمدہ باز آمدند و دانستند
کارِ ملہ تمام گشت تمام

بستر از خونِ پاکِ نمِ نگرِفت
بر تنشِ هیچِ مومِ غمِ نگرِفت

بیکرِ خواجه بود چشمِ نور
چشمِ بد باد از نگویان دور

نور دیدی شود به تیغِ دو نیم ؟
خون شنیدی چکد ز رخشانِ پور ؟

تو و یزدان بود چینیِ بیکر
در خورِ زخمِ دشنه و ساطور ؟

نه پیمبر - گذاشت در گیتی ؟
اهل بیت و کلامِ ربِ غفور

بابه - اهل بیت تا دانی
بست توام به ایزدی منشور

گر نه خفاشِ تیره روزست
روزِ ماندے ازو چرا مستور

کے فرزندِ ظہورِ نورِ دلش
آن کہ دزدِ لکے رُ نورِ ظہور

دینہ باشی کہ نور در سرسام
بر لتابد طبیعتِ رنجور

حاجدان را ازین مشاهده شد
سینہا ریش و ریشہا ناسور

در خلافِ خلعت از ره کین
بود چون کشتنِ امامِ ضرور

عاقبت میزبانِ مہمانِ کش
شاه را زہر داد در انگور

زائران را کنوں ہم مشہدِ طوس
آسمان آہد از ہٹے بابوس

قصہٗ سجدہٗ سوز و زہر گداز
گفتہ آمد ہم شیوہٗ ایجاز

لاز پروردہٗ نیازمے ہست
عجز من در گزارشِ اعجاز

من بدان سوختنِ تساختہٗ ام
کہ توالم شناخت سوز از ساز

ز آہام شکستے است عظیم
بر زہام شکستے است دراز

اینت آشوبِ دل ز خونِ ہر کن
اینت رنجِ تن از روانِ برداز

سرد سید حسین و برد غمش
از دلم قلب و از لب آواز

تا چہا یا رسولؐ ہودش روے
تا چہا یا خداے ہودش راوے

خاست در حاملان عرشِ عظیم
شورِ شیون ز شهرِ پرواز

پایه عرش پشته آید ز دست
تا گزاوند بر جنازه نماز

در جهانِ مثال دارلندش
میجان بر ساطعِ نعمت و ناز

چو اعیانِ رسمِ جهد و جهاد
خواجد هم پایِ مهدی آید باز

آفرین بر روانِ پاکش باد
مهر از ذره پایِ خاکش باد

دگر اے دل به خونِ شناور باش
آشنا روئے دیده تر باش

کمتر از شمع در شہار نہ ای
پای بر جا در آب و آذر باش

خویشتن را فکن در آتشِ تیز
گو نہ پروانہ ای سمندر باش

تا لیلی ز لالہی ہم نظر
تارے از قار پایِ بستر باش

گو گریبان ز تست چاکش کن
در رگ جان ز تست نشتر باش

و احیستای بگویی و در گفتن
 به قفان آی و شور و عطر باش
 دیده را گرد و خار و پیکان شو
 سینه را تیغ و تیر و خنجر باش
 غم میر اجل غم دین است
 غالب از عصم خاک بر سر باش
 گفته باشی که زار و غمزه ام
 لخته از خویشتن فزون تر باش
 خیز و کرد مزار خواجه بگرد
 با سپهر ابری برابر باش
 ایمنی از خود بسپاره می خندم
 می کنم سویه گو مکرر باش
 گشت داغ غم حسین^۲ علی^۱
 تازه در ماتم حسین علی^۱

۳

خواهیم از بند بزدان سخن آغاز کنم
 غم دل پرده دری کرد نغان ساز کنم
 به توانی که ز مضراب چکالده خوبان
 خویشتن را به سخن زمزمه پرداز کنم

۱ - مرثیه سیدالعلمای مولانا سید حسین بن غفران متب سید دلداز علی
 (وفات ۱۸ صفر ۱۲۴۳ هـ - ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۶ خ)

در خرابی به جهان می‌کند بنیاد نهم
در اسیری به سخن دعوی اعجاز کنم

به مشقت لب بود قید ، به شعر آویزم
روزگه چند رسن تابی آواز کنم

چون سرایم سخن انصاف ز عزم خواهم
چون لوایسم غزل اندیشه ز غماز کنم

تا چه السون به خود از هیبت صیاد دم
تا چه خون در جگر از حسرت پرواز کنم

بار دیرینه قدم ولجہ مفرما کاین جا
آن نه گنجد که تو در کوی و من باز کنم

بایه ناسازی طالع که بمن گردد باز
با خرد شکوه گر از طالع ناساز کنم

اهل زندان به سر و چشم خودم جا دادند
تا به دیں صدر نشینی چه قدر لاز کنم

بله دزدان گرفتار وفا نیست به شهر
خویشتن را به شما بدم و همراز کنم

من گرفتارم و این دایره دوزخ ، تن زن
در سخن پیروی شیوه اعجاز کنم

گرچه توفیق گرفتاری جاویدم نیست
لیکن از دهر دگر خوشدلی امیدم نیست

شمع بر چند به بر زاویه آسان سوزد
خوشتر آست که بر لطف در ایوان سوزد

عود من برزه مسوزید ، وگر سوختنی ست
بگزارید که در بهر سلطان سوزد

خاله ام ز آتش بیداد عذو سوخت دروغ
سوختن داشت ز شمع که شبستان سوزد

منم آن سوخته که گر زخم چکر بنام
بر من از سهر دل کبر و مسلمان سوزد

منم آن سوخته خرمن که ز افسانه من
نفس راهرو و ریزن و دهقان سوزد

منم آن قیس که گر سوسه من آید لیلی
حمل از شعله آواز حدی خوان سوزد

تا چشام گزرد روز به شبها یارب
از چراغی که عیس بر در زندان سوزد

تم از بند در البوه و قیام لرزد
دل از درد بر اندوه اسیران سوزد

از فخر دیله من فتنه طوفان خیزد
از قف لاله من جوهر کیوان سوزد

آه ازین خاله که دو دمی نتوان یافت هوا
جز سوسه که غص و غلو بیایان سوزد

اے کہ در زانوہ شہا بہ چراغ شمری
دلہ از سینہ برون آر کہ ناغم شمری

ہامانای ہم آئید کہ من می آیم
در زندان بکشائید کہ من می آیم

ہر کہ دہے بہ در خویش سپاسم گفتے
خیر مقدم ہسرائید کہ من می آیم

جادہ نشاسم و زانوہ شہا می ترسم
راہم از دور نکالید کہ من می آیم

رہور جادہ تسلیم درشتی نکنند
سخت گیرندہ چرائید کہ من می آیم

خست تن در وہ تعذیب ضرور است اینجا
نمک آرید و ہسائید کہ من می آیم

عارضہ خاک بہ ہاشیدن خون تازہ کنید
رونق خانہ فزائید کہ من می آیم

چون من آیم ہمشا ، شکوہ گردوں نہ رواست
زین پس ژاڑ بخائید کہ من می آیم

ہاں عزیزان کہ دریں کلبہ اقامت دارید
بخت خود را ہستائید کہ من می آیم

تا بہ دروازہ زندان پئے آوردن من
قدے رنجہ نکالید کہ من می آیم

چون سخن سنجی و فرزانی آئین من است
چهره از من برآید که من می آیم

بخود از شوق ببالد که خود باز روید
به من از مهر گزاید که من می آیم

بسکه خویشان شده بیگانه ز بدنامی من
غیر نشکفت خورد گر شم ناکامی من

آه، فرداست هم امروز درآمد گوئی
آفتاب از جهت قبله درآمد گوئی

دل و دست که مرا بود فروماند ز کار
شب و روزی که مرا بود سر آمد گوئی

سرگزشتم همه ریخ و الم آرد گفتی
سر نوشتم همه غول و خطر آمد گوئی

چهره اهل جهان چون ز جهان درد و غم است
چهره من ز جهان بیشتر آمد گوئی

خستین و بستین من حدی عسی نیست ، برو
بر من اینها ز قضا و قدر آمد گوئی

بنرم را نتوان کرد نخستین ضایع
خستگی غازه روی بنر آمد گوئی

غم دل دالم اینک غم چاتم دادند
زخم را زخم دیگر بر اثر آمد گوئی

چرخ یک مردِ گرانمایه به زندان خواهد
یوسف از قیدِ زلیخا بدر آمد گوئی

مژه امشب ز کجا این همه خونلب آورد
این چنین کرم ز زخمِ جگر آمد گوئی

خود چرا خون غورم از غم کدبه غمخواری من
رحمتِ حق به لباسِ بشر آمد گوئی

خواجه* هست درین شهر که از پرش روی
پایه* خویشتم در نظر آمد گوئی

مصطفیٰ خاں که درین واقع غمخوار من است
گر بمرم چه ضم از سرک عزادار من است

خواجه دائم که بسے روز تمام در بند
لیک دانی که شب از روز دائم در بند

نه پسندم که کسی آید ، نتوانم که روم
جالبِ در به چه حسرت نگوانم در بند

خسته ام خسته من و دعوی* تمکین حاشا
بند سخت است تپیدن نتوانم در بند

شادم از بند که از بندِ معاض آزادم
از کفِ شعله رسد جامه و نام در بند

آمد و خامه یارید و سچل بنویسید
خواب از بخت همه وام ستانم در بند

یا رب این گوهر معنی که فضا از کجاست
بند بر دل بود و نیست زبانم در بند

بر کسی از بند گران نالد و ناکس که منم
تالم از خویش که بر خویش گرانم در بند

خویش خوش چه مصیبت زده و بیه دگر است
و بیه از دهن ریخ دگرانم در بند

راسته دربار من حکم که با درد و دویغ
شبی سه از عمر گراسی گزوانم در بند

اگر این است خود آنست که عید اعیانی
گردد نیز چو عید رمضانم در بند

مدت قید اگر در نظرم نیست چرا
خون دل از سره بے صرفه چکانم در بند

لیستم طفل که در بند رهائی باشم
هم ز ذوق است که در سلسله خانی باشم

من نه آم که ازین سلسله لنگم نبود
چه کنم چون به قضا زبره چنگم نبود

زین دو رنگ آمده صد رنگ خرابی به ظهور
گم نیست که از بخت دو رنگم نبود

راز دانا غم رسوائی جاوید بلاست
چهر آزار غم از قید لرونکم نبود

لرزم از خوف درین حجره که از خشت و گل است
ورنه در دل خطر از کام نهنگم نبود

وین دو سرهنگ که بودند بهم می ترسم
بیمه از شیر و براس ز پلنگم نبود

منم آئینه و این حادثه زنگ است ولی
تاب بدنامی آلاخر زنگم نبود

آه ازان دم که سرایند ز زندان آمد
اندوین دایره گیرم که دولکم نبود

بهدمان دارم امید ربائی در بند
دامن از بعد ربائی تیر سنگم نبود

چور اعدا رود از دل به ربائی ، لیکن
طعن احباب کم از زخم خدنگم نبود

به شکاف قلم از سینه برون میریزم
بسکه گنجائی بهم در دل تنگم نبود

حاش لله که درین سلسله باشم خوشنود
چه کنم چون سر این رشته بد چنگم نبود

به صریح قلم خویش بود مستقر من
اندوین بند گران بین و سبک دستی من

بهدمان در دلم از دهن نهانید همه
غالب شمرده را روح و روانید همه

لله الحمد که در عرش و نشاطید همه
 لله الشکر که با شوکت و شالید همه
 هم در آئین نظر سحر طرازید همه
 هم در اقلیم سخن شاه نشاطید همه
 چشم‌بد دور که فرخنده لقائید همه
 شاد باشید که فرخ گهرائید همه
 سود بینید ، وفا دیده و نورید همه
 زنده مالید ، صفا قالب و چائید همه
 من به خون خفته و بیم همه بینید همه
 من جگر خسته و دایم همه دائید همه
 در میان خوابد* مهر و وفاے بودست
 من بریم که بر آئیند برآئید همه
 روزے از مهر نگفتید فلائے چولست
 بارے از لطف بگوئید چسائید همه
 گر نباشم به جهان خار و خسے کم گیرید
 اے که سرو و سمن باغر جهانید همه
 چاره کر نتوان کرد دعاے کافیست
 دل اگر نیست خداوند زبائید همه
 بخت بند است که در بند رقم ساختہ ام
 بنویسد و ببیند و بخوانید همه

آن نباشم که به هر بزم ز من یاد آرید
 دارم امید که در بزم سخن یاد آرید

توجیع بند

۱

باز بر آسم کم نیاز آورم
رخ بتاشا کم نیاز آورم

دیده و دل را بے نیازی نقل متاع
بر در گنجینه راز آورم

بر چه نہ نو بوده فرود افگم
بر چه نہ فرسوده نواز آورم

ساز دہم کہنہ مشو بیکلے
سیم کواکب بہ گداز آورم

از پس زو کوئی مہر منیر
آن ورق اندر دم کار آورم

وز بے آویزش در کلو
سلسلہ از عمر دراز آورم

این کہریں بیکلے قدسی طراز
پیشہ شہ بندہ نواز آورم

تکبہ گم دولت و دیں ہو ظفر
خضر رہ علم و یقین ہو ظفر

خامہ دگر رپروی از سر گرفت
تیزی گام از صبر خنجر گرفت

از نئے کلکم شجر طور رُست
بسکہ ز سوزِ نفسم در گرفت

از چہ سخن بیروء از طور و نور
گر نہ جہاں صورتِ دیگر گرفت

جلوہ گم وجہ طرب کشت دہر
عید مگر پردہ ز رخ بر گرفت

برد دگر نام شہنشاہ خطیب
عرض سواقرازی منبر گرفت

کرکِ فلک ہی کہ ز برجس و تیر
یعتِ خاقانِ سخنور گرفت

آن کہ دریں دائرہ لاجورد
تاجِ زد از خسروِ خاور گرفت

تکبہ گم دولت و دیں ہو ظفر
خضر رہ علم و یقین ہو ظفر

کوکبہ بین و علم و کوس و نامے
برجس رقصندہ بہ لوقیِ دوائے

حاحب و سہنگ دوان بیش بیش
فوج روان از ہر کشور خدایے

چشم قسم خورده بہ رفتار پیل
گوش ز خود رفته بہ ہانگ درایے

غرہ شوال گرتم کہ بہست
روز دل افروز سرت فزایے

پیل بہ راہ از چہ دہیں روز بہست
نقش میر چارہ از نقش ہایے

ماہ کماے کہ ز ہس ہر شدن
می نتواند کہ چنبد ز جامے

ہو کہ دریں روز گراید بہ من
شاہ عدو بند قلعرو کشایے

تکیم گہر دولت و دیں ہو ظفر
خضر رہ علم و یتیں ہو ظفر

در نظرم روئے بہار ماہ خوش است
بادہ بدیں وجہ موجبہ خوش است

وقت ہنئے بادہ چہ جونی ہسے
ہم بہائب وہم بہ سحرگہ خوش است

نغمہ جو مے ہوش ز سر می برد
رہ زدن بطرب ازہی رہ خوش است

ہنزد و تن زن کہ ز ما تا بہ دوست
راہِ دراز آمد و کوتاہِ خوش است

ہر کہ ز چہ آب بکشد سودِ اوست
سبزہ کہ روید بہ لب چہ خوش است

خردہ بہ ہندمستی غالبِ مگیر
کل بہ غرورِ دل آگہِ خوش است

دید کہ گر خستہ و گر بیخودم
روے سخن سوے شہنشہ خوش است

تکبہ گہ دولت و دین بو ظفر
خضرِ رہِ علم و یقین بو ظفر

اے بہ ہنرِ انجمن آراے ملک
وے بہ اثرِ رونقِ سیایِ ملک

عدلِ تو سرمایہٴ آرامِ خلق
بذلِ تو پیرایہٴ لیلایِ ملک

آئینہٴ رایِ تو در دستِ دین
مسلطہٴ حکمِ تو بر ہایِ ملک

مہکدہٴ رازِ تو در ہایِ علم
زمزمہٴ سازِ تو نحوایِ ملک

در عرفا اسمِ تو ذوالنونِ وقت
در خلفا نامِ تو دارایِ ملک

فائدہ بخشیدہ بہ اعیانِ دہر
مالدہ گسترده بہ پہنائے ملک

سینہ منور بہ کمنائے حق
دیدہ مکتحل بہ تماثائے ملک

نکیم گمِ دولت و دیں بو ظفر
خضر رہِ علم و یقین بو ظفر

لطفِ من آئینہ زداہد ہے
تا چہ ذکرِ روئے نماید ہے

مالدہ آراے معانی سخن
از لیس زاتمہ رباید ہے

ناظم آں لیلیٰ شعریں ادا
سوے من از سہر نگراید ہے

نازِ سخن ہر گہر من رواست
ہر سخن نازِ نشاید ہے

تا ز شکوہ کہ سخن میرود ؟
چرخ برہ ناصیہ ساید ہے

دل ز زبان آمدہ منت پندیر
تا بہ زبان نام کہ آید ہے ؟

ہست ز دستوری دل گہر زبان
منہج شہنشاہ سراہد ہے

تکیہ کہ دولت و دیں ہو ظفر
خضر رو علم و یقیں ہو ظفر

ہمدرد شہ طالع بیدار باد
دولت جاوید پرستار باد

غل لوائے تو تند ہر کجا
رایت بدخواہ نگوں سار باد

مہر ندارد نظریے سوے او
روزِ عدوے تو شبِ تار باد

کار تو سعی ست در آرامِ خلق
سعی تو مشکور دریں کار باد

پایہ والائے تو بالا تراست
از من و از مدح منت عار باد

اگر فروبارد و باز ایستد
دست تو پیوستہ گہر یار باد

ختم ثنا بہ کہ بود بر دعا
باد دریں عالم و بسیار باد

تکیہ کہ دولت و دیں ہو ظفر
خضر رو علم و یقیں ہو ظفر

۲

ورودِ سرور سلطان نشانِ مبارک باد
به شهرِ مقدمِ نوشیروانِ مبارک باد

سرور و خوشدلی و البساط و آسایش
نشاط و شادی و امن و امانِ مبارک باد

نه این دیار که شهرے ست در قلمروِ هند
به ملکِ هند کراں تا کراںِ مبارک باد

ز طبعِ خلقِ بدر بردِ عدلِ ناسازی
دوامِ رابطهٔ جسم و جانِ مبارک باد

و فورِ عیش به دارایِ خلقِ اوزاق
هجومِ خلقِ بر آن آستانِ مبارک باد

ذریعہٗ شرف و عز و جاهِ شهرِ آمد
وزیرِ پادشاه و پادشاهِ شهرِ آمد

به اہلِ شهرِ بگو تا به خویشتن نازند
نشاط و شادی و سور و سرور آغازند

بساطِ ہائے گرامیہ در فضائے چمن
بکستراند و بہم طرحِ بزمِ اندازند

ز خیمہ ہا و سراپردہ ہائے رنگارنگ
بہر ہائے دگر بر زمینِ یغرازند

دمے کہ این ہمہ آئینِ شہر بر بندند
 ز خانہ چہر پذیرہ شدن بدر تازند
 چو روئے دیدہ فروزِ خدا بگن نگرند
 بدی لوائے دل آویزِ نعمہ بردازند

ذریعہٴ شرف و عز و جاہِ شہر آمد
 وزیرِ پادشہ و پادشاہِ شہر آمد

جالِ کوکبہٴ شہریار می بینم
 فروغِ بختِ دریں روزگار می بینم

ہزار و ہشت صد و شصت و شش ز سالِ مسیح
 بہارِ تازہ بہ فصلِ بہار می بینم

زمانہ در پیے قطعِ امید و من بہ خیال
 خوشم کہ روئے خداوندگار می بینم

بہ بارگہٴ چو سکندرِ دوہست می نگرم
 بہ خاکِ رہ چو اوسطو ہزار می بینم

ندیدہ بلبلِ بے بال و پر بہ چاہِ باغ
 بہ حیرتے کہ سوئے دیکزار می بینم

ذریعہٴ شرف و عز و جاہِ شہر آمد
 وزیرِ پادشہ و پادشاہِ شہر آمد

رخِ نکوئے ترا ماہِ آہان گویم
 قدِ بلندِ ترا سرورِ بوستان گویم

حدیث مدح تو برتر بود ز منطق من
مگر به تهیت طالع زبان گویم

گورثری نه ز شاهی کم است میدادم
تو هر چه نام نهی خویش را چنان گویم

به برین اگر افشاند غم شروکله نیست
سخن ز سوختن مغز استخوان گویم

ز زندگی که بس نیست هم بدان شادم
که دوستان به من و من به دوستان گویم

ذریعه شرف و عز و جاه شهر آمد
وزیر پادشه و پادشاه شهر آمد

همیشه بر محط داد در جهانهای
تو آغزی کن و وکتوریا سلطانی

رخ تو مهر درخشان به عالم فروزی
کعبه تو ابر چارمن به گوهر افشانی

نهان به طبع تو اسرار علم اشراق
عبان ز روع تو انوار فخر یزدانی

به حلم و لطف ترا شیوه ملک شاهی
به بذل و جود ترا دستگاه قالی

بین بر آئینه ترجیع بند غالب را
که آینه است گرامانه در ثناخوانی

ذریعہ شرف و عز و جاہِ شہر آمد
وزیرِ پادشہ و پادشاہِ شہر آمد

خمسہ بر غزلِ مولانا قدسی قدس اللہ سرہ

کیستم تا یہ خروش آوردم بے ادبی
قدسیاں ہنر تو در موقفِ حاجت طلبی
رفتہ از خویش بدین زمزمہ زبیر لیلی

مرحبا مستبدِ مکی مدنی العربی
دل و جان بادِ قداہت کہ عجب خوش لیتی

اے کہ روئے تو دہد روشنیِ ایمانم
کافرم کلور اگر سہرِ منبرش خوانم
صورتِ خویش کشید ست مصور دانم

من بیدل بہ جہاں تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جہاں است بدین ہلنعلی

اے گلِ تازہ کہ زبیر چمنی آدم را
باعثِ رابطہٴ جان و تنی آدم را
کردہ درہوزہ فیضِ تو غنی آدم را

نسبتی نیست یہ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبتی

اے بہت را بسوے خلق ز خالق پیغام
روح را لطف کلام تو کند شیریں کام
اگر فیضی کہ بود از اثر رحمت عام

نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں عطی

خواست چون ایزد دانا کہ بساطی از نور
گسترده در ہمہ آفاق چہ نزدیک، چہ دور
حکم ابدال تو در ارض و سما یافت مہدور

ذات پاک تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
زان بہب آمدہ قرآن بہ زبانِ عربی

وصفِ رخسار تو اگر دودلِ ادراک گزشت
نہ ہمین است کہ از دائرۂ خاک گزشت
ہمچو آن شعلہ کہ گرم از خس و خاشاک گزشت

شبِ معراج عروج تو ز افلاک گزشت
بہ مقامی کہ رسیدی، نہ رسد ہیچ نبی

چہ کنم چارہ کہ پیوندِ عجزالت گسٹم
من کہ جز چشمہ حیوان نبود آب و کلم
من کہ چون سہر درخشاں ہند نور دلم

نسبتِ خود بہ سکت کردم و بس متعلم
زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

دل ز غم سرده و غم پرده ز ما صبر و ثبات
 غم گساری کن و بنائے ہما راہِ نجات
 دادِ سوزِ چکرِ ما چہ دہد لیل و نرات

ما ہمہ تشنہ لبانیم و توفی آبِ حیات
 رحم فرما کہ ز حدِ مے گزرد تشنہ لبی

غالبِ غمزدہ را نیست دریں غمزدگی
 جز ہمامیدِ ولایے تو تمنائے ہی
 از تب و تابِ دلِ سوخته غافل نشوی

ستیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
 آمدہ سوئے تو قدسی ہئے دوسانِ طلبی

رباعیات

رباعیات

۱

غالب آزادہٗ موحد کیشم
یر باکیِ خویشتن ، گواہِ خویشم
گفتی بدسخن بہ رفتگان کس نرسد
از بازپسین لکھ گزاران پیشم

۲

غالب بہ کھر ز دودہٗ زادشتم
ژان رو بہ صفایِ دمِ تیغ است دم
چون رفت سہیلے زدم چنگ بہ شعر
شد تیر شکستہٗ نیاگانِ قلم

۳

شرط است کہ ہر ضبطِ آداب و رسوم
خیزد بعد از نبی ، اسامِ معصوم
ز اجماع چہ گوئی بہ علیؑ باز گرای
مہ جلمے نشینِ مہر باشد ، لہ نجوم

۲

راچه ست ز عید تا حضور الله
خواهی تو دراز گیر و خواهی کوتاه

این کوثر و طوبی که نشانه دارد
هرچشمه و سایه ایست در نیمه راه

۵

شرط است به دهر در مظفر گشتن
ایبابِ دلاوری میسر گشتن

جامی ز شرابِ ارغوانی باید
آن را که بود هوایِ خاور گشتن

۶

سائل ز گدا چیز ندامت نبرد
مرگ از عاشق چیز سلامت نبرد

از سینه من که قلزمِ خونِ دل است
جز تیر تو کسی جان سلامت نبرد

۷

برچند که زشت و ناسزایم همه
 در عهده رحمت خدایم همه
 در جلوه دهد چنانکه مائیم همه
 شایسته نفت و بوریایم همه

۸

آن مرد که زن گرفت دانا نبود
 از عصه فراغتش بیانا نبود
 دارد بیهان خانه و زن نیست دور
 لازم جدا چرا توانا نبود

۹

آن را که عظیمه ازل در نظر است
 بر چند بلا یش ، طرب بیشتر است
 فرق است بیان من و صنعا در کفر
 بخشش دگر و مزد عبادت دگر است

۱۰

آن خسته که در نظر بجز بارش نیست
 با سود و زیانِ خواستنِ کارش نیست
 طالب ز طلبِ رینِ آثارش نیست
 هر چند حنا برگ دهد ، بارش نیست

۱۱

هرگز که ز زخم زخم بر چنگ زند
 پیداست که از هر چه آهنگ زند
 در پرده ناخوشی ، خوشی پنهان است
 گازر نه ز خشم جامه بر سنگ زند

۱۲

بادست غم ، آن باد که حاصل ببرد
 آب رخ بپوشند و غافل ببرد
 بگذاشته ام خشمی ز صبا به بدر
 کشی اندر مرگِ بدر از دل ببرد

۱۳

گیرم کہ ز دہر رسمِ غم برخیزد
غمہائے گزشتہ چون ہم برخیزد

مشکل کہ دہند دادِ فاکہی ما
ہرچند کہ فرجامِ ستم برخیزد

۱۴

جانست مرا ز غم شامے دروے
الدیشہ نشاندہ خار زارے دروے

ہر پارۂ دل کہ ریزد از دیدہ من
یابند نفس ریزہ چو خارے دروے

۱۵

ہر دل از دیدہ فتح باب است این خواب
بارانِ امید را سحاب است این خواب

ز تہار گہاں بہر کہ خواب است این خواب
تعبیرِ ولایے ہوتراہ است این خواب

۱۶

بیانی چشمِ مهر و ماه است این خواب
پیرایهٔ پیکرِ لکاست این خواب

بر صحتِ ذاتِ شه گواہ است این خواب
بیداریِ بختِ پادشاه است این خواب

۱۷

این خواب که روشناسِ روزش گویند
چون صبحِ مرادِ دلقروزش گویند

زان رو که به روزِ دیده خسرو چه عجب
گر خسروِ ملکِ نیمروزش گویند

۱۸

خواجے که فروغِ دین ازو جلوه گر است
دو روز نصیبِ شاهِ روشن کهر است

پیداست که دیدنِ چنین خواب به روز
تعجیلِ نتیجهٔ دعاے سحر است

۱۹

خواجے کہ بود نشانِ بختِ بیروز
دیدست به روز شاهِ گیتی افروز

فیضِ دمِ صبح تا چه بالیدن داشت
کز صبح به شد رسید در نیمه روز

۲۰

شاهِ ابرچند دایه جوئے آمده ام
دانی که چه مایه لغزِ گوئے آمده ام

رنکم که چار را به روئے آمده ام
آیم که محیط را به جوئے آمده ام

۲۱

زاجا کہ دلم به ویم در بند نبود
با هیچ علاقه سخت پیوند نبود

مقصود من از کعبه و آہنگ سفر
جز ترکِ دہار و زن و نرزد نبود

۲۲

در سینہ ز غم زخمِ سناے دارم
چشم و دلِ خولایہ فشاے دارم

دانی کہ مرا چون تو مجھے باید ہیچ
اے فارغ ازان کہ جسم و جانے دارم

۲۳

اے آن کہ بہ رامِ کعبہ روئے داری
لازم کہ گزیدہ آرزوئے داری

زنی گوئے کہ تند می خرامی ، دائم
دو خانہ زنی ستیزہ خوئے داری

۲۴

ایں رسم کہ بخشیدہ شاہی ہر سال
آید بہ کفم ز خواجہ تاشان بہ سوال

ماناست بدای کہ ہرچہ افشاںد ابر
از شاخِ رسد بہ سبزۂ ہائے نہال

۲۵

خراسم که دگر سخن به پیافره کتم
تا جانِ ستم رسیده را چاره کتم

رسم است جوابِ نامه ، چون لیست جواب
باید که تو پس دهی و من پاره کتم

۲۶

ای جامِ شرابِ شادکامی زده ای
در جور دم از بلند نامی زده ای

یاد آور من جوینی اندر راجه
قنبا رو بر خسته خراسی زده ای

۲۷

امروز شراره به داغم زده اند
فشار به رگ صبر و فراغم زده اند

از کثرتِ شور عطشه مغزم ریش است
تا عطش چه فتنه بر دماغم زده اند

۲۸

زین سوئے کہ یو میان تست اے بد کیش
باشد کمرت خجل ز بے برگِ خویش

آمیزشِ سوئے با میائے کہ تراست
ہمسایگیِ توانگر است و درویش

۲۹

اے آنکہ ترا سعی بہ درمانِ من است
منعم مکن از ہادہ کہ فقہانِ من است

حیف است کہ بعدِ من بہ میراثِ رود
این یک دو سہ خم کہ در شہستانِ من است

۳۰

شایم ، زنابلہ افسرِ داغ اورنگ
دارم بہ بحر و بر ز وحشتِ آہنگ

مرجانِ دو رویم زاوہ پشتِ نہنگ
بر کویہِ زہیم سکہ از داغِ ہلنگ

۳۱

در بزم نشاط خستگان را چه نشاط ؟
از عریذہ ہائے بستگان را چه نشاط ؟

گو این شراب لب بارد ، غالب
ما جام و سبو شکستگان را چه نشاط ؟

۳۲

دو خودی لبر بود درختی کہ مر است
غالیذہ آتش است رختی کہ مر است

بے آنکہ تو بدنام شوی می کشدم
ناساز ترا از خودی تو بختی کہ مر است

۳۳

یارب ! نفس شرارہ بزم بخشند
یارب مزہ ہائے دجلہ و بزم بخشند

بے سوز غم عشق میادا زہار
جانے کہ بہ روز رستخیزم بخشند

۳۴

فانح لیم ار بہشت لیزم بخشند
از بخشش خاص تا چہ چیزم بخشند

آمید کہ صرف رونمای تو شود
جانے کہ بہ روز رستخیزم بخشند

۳۵

اوراست اگر ہزار چیزم بخشند
اوراست اگر بہشت لیزم بخشند

بر دوست فدا کنم بصد گولہ نشاط
جانے کہ بہ روز رستخیزم بخشند

۳۶

دی دوست ییزم بانہ ام خواند بہ ناز
وانکہ ورقِ سہر بگرداند بہ ناز

چشمِ من و عارضے کہ المروخت بہ مے
دستِ من و دامنے کہ افشاند بہ ناز

۳۷

یارب ۱ سودے بہ روزگاران ما را
و جہ کل و مل بہ لوہاروں ما را

صرف تک و جو چہ قدر خواہد شد
کنجینہ این صومعہ داران ما را

۳۸

آئم کہ بہ بیالہ من ساقی دہر
ریزد ہمہ دردِ دود و تلخاہ زہر

بگزر ز سعادت و غوست کہ مرا
ناہید بہ غمزہ کشت و مرغ بہ قہر

۳۹

در باغ مراد ما ز پیدادِ تکرک
نے نخل بجائے مالہ ، نے شاخ ، نہ برگ

چون خانہ خراب است چہ نالیم ز سیل
چون زیست وہال است چہ ترسیم ز مرگ

۴۰

یا رب ! بجهالیان دل ختم ده
در دعویٰ جنت آشتی بهم ده

شهادت پسر نه داشت باغش از تست
آن مسکن آدم به بنی آدم ده

۴۱

رنجورم و می به دهر درمان بودم
نیروم دل و روشنی جان بودم

گفتم به پدر که خو به می نوشی کن
تا باده به میراث فراوان بودم

۴۲

رومے تو به آفتاب تابان ماند
خویمے تو به میل در پیاپان ماند

زین گونه که تار و مار باشد گوئی
زلف تو به ما خانه خرابان ماند

۲۳

آئی کہ تو شخصِ مردمی را چشمی
سبحانِ اللہ چہ مایہ بینا چشمی

البتہ عجب نیست کہ ہاشمی ہزار
زان رو کہ بہ دلبری سراہا چشمی

۲۴

ابنِ کاسہ کہ راحتِ دلِ ویش آورد
سرمایہٴ آبروے درویش آورد

در ہر کُنِ مو دید جائے یعنی
سامانِ نثارِ خویش ہا خویش آورد

۲۵

خوشر بود آبِ سوہن از قند و نبات
با وے چہ سخن ز نیل و جہون و فرات

ابنِ پارہٴ عالمے کہ ہندش نامند
گوئی ظلمات و سوہن است آبِ حیات

۴۶

بسمل کہ سخن طرازِ سہر آہست
ارزش دہِ آن و مایہِ بخشِ اینست

او پادشہ است گر سخن اقلیم است
او پیشرو است گر عہت دہنت

۴۷

گر پرورشِ سہر نہ زان دل بودے
در دہر شیومِ سہر مشکل بودے

در صدق ز جملہٴ رسائل بودے
بسم اقلیمِ آن رسالہٴ بسمل بودے

۴۸

شرط است کہ روئے دل خراشم ہمہ عمر
خوابہٴ ہرخ ز دیدہٴ باشم ہمہ عمر

کافر باشم اگر بہ مرگِ مومن
چون کعبہٴ سید ہوش نیاشم ہمہ عمر

۲۹

بر چشمه به بحر هم عنان است اینجا
بر خار بنی شمر نشان است اینجا

از حاصل مرز و بوم پنگاله میرس
نے خامه و بیمه خیزوان است اینجا

۵۰

غالب بر پرده نوائے دارد
بر گوشه از دهر فضائے دارد

برجید بیوست از دماغم یکسر
پنگاله شگرف آب و هوای دارد

۵۱

صبح است و بهای فیض و گیتی دایم
صبح است و هوای شوق و گردون پایم

برغیز و بروزگار هم رنگ برای
با پادہ نایب و بلوریں جاسے

۵۲

غالب چو ز داسکه بدرجستم من
آخر ز چه بود این همه برگشتن

باید که کنم بزار نفوس بر خویش
لیکن به زبانِ جاده راهِ وطن

۵۳

غالب روشِ مردمِ آزادِ جداست
رفتارِ اسیرانِ ره و زادِ جداست

ما ترکِ مراد را آرام می دانیم
وان بالجمعه ضبطی شدادِ جداست

۵۴

اے آله گرفته ام به کوته تو بنده
رانی چو به عطف از در خویشم ناگاه

تا کعبه روم ز درگفت رو به فنا
چون بگذرم از کعبه نهم روم به راه

۵۵

منصور غمی ز نکته چنان چه بود
در راست خطر ز هم نشینان چه بود

چون عاقبت یکانه بینان دار ست
دریاب که انجام دو بینان چه بود

۵۶

هر کسی ز حقیقت خبری داشته است
هر خاکی ره عجز سری داشته است

زاهد ز خدا ارم بد دعوی طلبد
شکداد بهانا پسری داشته است

۵۷

در عهد تو و من است در وقت اقلیم
برخاستن امید و خون گشتن بیم

از جلوه چه ماند ، تا بسازند بهشت
از شعاع چه ماند ، تا بتابند جحیم

۵۸

کشتی از موج سوسه ساحل برود
 ریزد از چاه تا به منزل برود

خود شکوه دلیل رفع آزارش است
 آید به زیان هر آنچه از دل برود

۵۹

در عشق بود ، عرض منما مشکل
 کاین جاست نفس غرقه به خونایم دل

در بادیه فتنه راهم که دروست
 با ز گداز زبهر خاک به گل

۶۰

گر دل به شرر زدوده باشم خود را
 و ز بر دهر تیغ سوده باشم خود را

حاشا که ز تو ریزده باشم خود را
 با خوسه تو آزموده باشم خود را

۶۱

نے کشتہ زخمِ ناوک و شمشیرم
نے خستہ لائنِ ہلنگ و شیرم

لب می گزم و خون بہ زہاں می لسم
خون می خورم و ز زندگانی میرم

۶۲

آن کز اثرِ طمع نشانِ آرند
گر خود بہ ہوائے استخوانِ آرند

گر بردگیِ قلمروِ ہال بہاست
چوں سایہ بہ خاک موکشانش آرند

۶۳

اے آنکہ دہی مایہ کم و خواہش یش
آن روز کہ وقتِ باز برس آید یش

ہنگزارِ مرا کہ من خیالے دارم
یا حسرتِ عیشِ ہائے ناکردہ خویش

۶۲

غالب غم روزگار ناکامم کُشت
از تنگی دل به حلقه داسم کُشت

هم غیبت سر بزرگی خاصم سوخت
هم رشک نشاط مندی عامم کُشت

۶۵

غالب به سخن گر چه کُست همسر نیست
از نشه پوش بهجت اندر مر نیست

می خواهی و مفت و نفز وانگه بسیار
این باده فروش مانی کوثر نیست

۶۶

گردیدن زاهدان به جنت گستاخ
وین دست درازی به ممر شاخ به شاخ

چون نیک نظر کنی ز رویه تشبیه
ماند به بهایم و علف زار فراخ

۶۷

تا موکبِ شهریار زین راه گزشت
فرقم به فلک رسید و از ماه گزشت

گردید ره کعبه ره خاله من
زین راه ، گزین راه شهنشاه گزشت

۶۸

آن را که بود درستی در فرجام
هم عمر خاص آید و هم مرجع عام

آسان نبود کشاکشِ پاس قبول
ز تبار لگردی به لکونی بدلام

۶۹

زین رنگ که در کاشن احباب دید
بزمرد گل و لاله شاداب دید

در کعبه اقبالِ ترقی طلبان
گر مهر فرونشست ، مهتاب دید

۷۰

چون دُرْدِ تیرِ پیا له باقیست هنوز
شادم که چارِ لاله باقیست هنوز

در کیشِ توکلِ غم فردا کفرست
یک روزه منی دو ساله باقیست هنوز

۷۱

در عالمِ بے زری که تلخ است حیات
طاعت نتوان کرد به امیدِ نجات

ای کاش ز حق اشارتِ صوم و صلوة
بودی به وجودِ مال چون حج و زکوة

۷۲

غالبِ غم روزگار و بارش نه کشد
وز حورِ بهشت التلاوش نه کشد

دارد تن و تن ز درد زارش نه کند
دارد دل و دل به پیچ کارش نه کشد

۷۳

وقت است کہ آیان موجہ نازد
مہر آئندہ پیش رخ نہد ، نہ نازد

این خود شرفِ دگر بود ، نیست عجب
گر مہر بد پابوسِ شہنشہ نازد

۷۴

ہر چند زمانہ جمع چہال است
در چہال نہ حالِ شان یکِ سُوال است

کودن ہمہ لیک از یکے تا دگرے
لرزدِ خر عیسیٰ و خرِ دجال است

۷۵

کس را لبود رخے بدینسان کہ تراست
پاکیزہ تنے بد خوبیِ جان کہ تراست

گفتی کہ ز پیچِ فتنہ پروا نکم
آہ از غمِ چشمِ بدِ خوابان کہ تراست

۷۶

تا میکش و جوهر دو سخور دارم
 شانِ دگر و شوکتِ دیگر دارم
 در سیکه پریم که میکش از ماست
 در معرکه تعلیم که جوهر دارم

۷۷

دستم به کلیدِ مخزنِ می بایست
 و بود تویی ، به دامنِ می بایست
 یا هیچ گاه به کس نپندارے کار
 یا خود به زمانه چون منی می بایست

۷۸

هستم ز منی " امید بمرست و بی است
 دارم سر این کلاده در دست و بی است
 گر ارزشِ لطف و گرمی نیست ، میاش
 استحقاقِ ترحمی مرا هست و بی است

۷۹

گر گرد ز گنجِ کهرے برخیزد
مپسند که دود از جگرے برخیزد

منت نتوان نهاد بر گدیہ گران
بنشی که بخدمت دگرے برخیزد

۸۰

زان دوست که جانِ قالبِ سهر و وفاست
گر دیر رسد پاسخِ مکتوبِ رواست

زان اشک که رخت دیده هنگامِ رقم
لی الجمله نورد نامِ دشوارِ کشاست

۸۱

ای دوست ! پیوستے ہیں فرومانده بیا
از کوچہٴ غیرِ راه گردانده بیا

گفتی کہ مرا بخوان کہ من سرگِ تو ام
بر گفتہٴ خویش باش و ناخوانده بیا

۸۲

ای آن که بها اسیر دامت باشد
صاف می خسروی بهجامت باشد

تسبیح به بر اسم الهی که بود
آغاز ز ابتدای نامت باشد

۸۳

شام آمد و رفت سر به پابوس خیال
بر تحت شهی نشست کاؤس خیال

از گردش گوله گوله اشکال فہوم
گردید دماغ دہر فالوس خیال

۸۴

تا بجی ودم شفق تراشد از چشم
ہزدم مزہ خون بروے باشد از چشم

قطع نظر از چشم دلے نیزم ہست
بینید کہ خستہ تر نباشد از چشم

۸۵

بر قولِ تو اعتماد نتوان کردن
خود را به گزاف شاد نتوان کردن
از کثرتِ وعده های بے درپیشی تو
یک وعده درست یاد نتوان کردن

۸۶

گر در طلبِ دوست بود های تو سست
غمگینی مغنو

ور خود باقی به جستجو چابک و چست
مغرور مشو

اخلاص به نسبت است و نسبت از کجاست
چون شبنم و مهر

گر جذبه قوی فتاد و پیوند درست
بیخود می آرد

۸۷

شب چیست ؟ سویدای دلِ اهل کمال
سرمایه ده حسن به زلف و خط و خال
معراجِ لیلی به شب ازان بود که نیست
وقتی شایسته تر ز شب بهر وصال

۸۸

ہر چند شے کہ میہانش کردم
ہر خویش بہ لایہ میہانش کردم

آہ از دل پہچ کہ میسای کہ من
در وصل ز خویش بدگماش کردم

۸۹

در کلبہ من اگر شبارے بینی
پہچیدہ بخویش پہچو مارے بینی

تنگ است چنان کہ دایم از صحن سرا
از جرم فلک ستارہ وارے بینی

۹۰

ہر چند توان بے سرو سامان بودن
ہارچہ خویشتن توان بودن

باقہ کہ ز دشتہ ہر جگر سخت تر است
از کردہ خویشن ہشاں بودن

۹۱

بازی خور روزگار بودم همه عمر
از بخت امیدوار بودم همه عمر

بے مایه به فکر سود مالدنم همه جا
بے وعده در انتظار بودم همه عمر

۹۲

چون معتبر الدوله بدان سیرت خوب
مستحقى مُرد و شد میرا ز ذنوب

محبوب علی خان به جهان اسمش بود
تاریخِ وفات شد "درینا محبوب"

۸۱۳۷۳

۹۳

باید که دلت ز غصه درهم نشود
از رفتن زر دستخوشِ غم نشود

ایمیم وزیر است، خواجه ای ! سیم وزیر است
غم نیست که پرچند خوری کم نشود

۹۲

اے کردہ بہ آرایشِ گفتار بسیج
در زلفِ سخن کشوده راهِ خم و پیچ

عالم کہ تو چیزِ دیگرش می‌دانی
ذاتِ ست بسیطِ منبسط، دیگر هیچ

۹۵

داری چه پر اسرِ جاستانی از مرگ
مے جوی حیاتِ جاودانی از مرگ

از سوزِ حرارتِ شریزی داغم
ناساز تر است زندگانی از مرگ

۹۶

دانم کہ آئینِ شکایتِ له لکوست
مارا سخن از مرگِ خود و صورتِ اوست

دانست و نیامد و نرسید و ندید
هم خسته، دشمنیم و هم "کشته" دوست

۹۷

دارم دلِ شاد و دهنهٔ بینای
وز کتریِ گوشت نبود پروای

خوشت که نشنوم ز هر خودرای
کلبانگیِ "انا ربکم الاعلای"

۹۸

باید که جهانِ دگر ایجاد شود
تا کلمهٔ ویرانِ من آباد شود

در عالمِ انبساط از من خوشتر
مطرب که به سوزِ دگران شاد شود

۹۹

تا چند به هنگام سلامت باشی
تا چند شمعکِشِ اقامت باشی

گفتی که لیابد شبِ غم را سحر می
حیف است که متکرر قیامت باشی

۱۰۰

اے تجرہ زمیں کہ بودہ ای بستر من
 پر خاک کہ با آست ہمہ بر سر من

ز چہر کسان و چہر من دانه و دام
 اے مادر دیگران و مادر من

۱۰۱

آن را کہ ز دست بے زری پامال است
 رسوائی نیز لازم احوال است

ما خشک لب و خرقہ آلودہ بہ سے
 ساقی مگرش پیالہ از غریبال است

۱۰۲

اوراق زمانہ درنوشتیم و گزشت
 در فن سخن بکالہ کشتیم و گزشت

مے بود دوائے ما بہ پیری غالب
 زان نیز بہ ناکام گزشتیم و گزشت

۱۰۳

عمریت که در خمِ خیارم ساق
 تابِ لبِ تشنگی نیارم ساق

بکشا سرِ مشک و در گلویم مرده
 سائلِ بدکفم قدحِ لذارم ساق

رباعیات سید چین و باغ دودر

۱

بخشبد به ثاقب سخنور یزدان
فترخ پسرے به شکلِ ماءِ تابان
۴۴ نورِ نگاہِ فترِ رخشان است
۴۵ روشنیِ چشمِ شهاب الدینِ خان

۲

امروز که روزِ عید و نوروز بود
روزے فرخنده و دلِ افروز بود
هر عیش و نشاطی که دریں روز بود
هر روزِ ترا ز بختِ فیروز بود

۳

نازم به نشاطِ این چنینِ برگشتی
رسمِ استِ نهفته اندرینِ برگشتن
سرمایهٔ نازش است و پیرایهٔ حسن
برگشتنِ مزگانِ بود اینِ برگشتن

۴

خوالدیم سخنہائے محبت بسیار
 راندیم سخنہائے محبت بسیار

رفتیم آخر ز عالم و در عالم
 ماندیم سخنہائے محبت بسیار

۵

اے روئے تو پہچو سہر گیتی افروز
 وے بختِ تو در جہاں ستانی فیروز

حق کردہ بہ روزِ نامہ' عمرِ تو ثبت
 توفیقِ تو قعرِ ہزاراں نوروز

۶

اے آنکہ بہ دہر نامِ تو شاہ رخ است
 پیوستہ ترا بہ حضرتِ شاہ رخ است

نازد بنو شد کہ باشد اندر شطرح
 امیدِ ظفر قوی چو با شاہ رخ است

۷

اے دادہ پیادِ عمر در لہو و فسوس
 زہارِ مشو ز رحمتِ حق مایوس
 ہشدارِ کز آتشِ جہنم، حق را
 تہذیبِ غرضِ بود، نہ تعذیبِ نفوس

۸

جائے کہ ستارہ شوخِ چشمی وززد
 المسر المسار، گرزِ ارزنِ اورزد
 خورشید ز اندیشہٴ جانور گردش
 بر چرخ نہ بینی کہ چسائی می لوزد

۹

در کالجِ شہرِ روان باز آمد
 فرمانِ فرمائی شہ نشان باز آمد
 زنی شادی و خوشدلی کہ روداد بہ شہر
 گوئی کہ مگر شاہِ جہاں باز آمد

۱۰

از دیر دلم واید به پر - ر می جست
از بادۀ تاب یک دو ساغر می جست

خزالد همیشه ذاس بخشید به من
آب که برای خود سگندر می جست

۱۱

زیتسان که همیشه در روانی مائیم
سرچشمه واز آسانی مائیم

لخنه ز دسائیر بود نامه ما
ماسان ششم بد کردانی مائیم

۱۲

گویند جهانیان دو رویند ، مگوی
گر بد متکوه و نگویند ، مگوی

هر چند که بد زیستم و بد مردم
نیکان پسر مرده بد نگویند ، مگوی

۱۳

بر روز تم ز سایه لرزان گردد
 بر شب دلم از داغ چراغان گردد
 خواهم که ز لطف منت گمری صاحب
 کلام من آشفته به سامان گردد

۱۴

ای پاهای بلند ساز والا جایی
 از چهر تو باد هر چه از حق خواهی
 «کوکبه مکلود» که در صورت است
 چون مهر عیان معنی روح الهی

۱۵

نام اب و جد و عم که گیرند این قوم
 فیض از دم مادران بپذیرند این قوم
 از مادر و از مادر مادر گویند
 .. در .. امیر این امیرند این قوم

۱۶

یا رب تو کجائی کہ به ما زر نه دهی
بیدود خدائی که به ما زر نه دهی

نے نے ، تو نه خالھی و نے پیرحمی
بے مایه جو ملئی که به ما زر نه دهی

۱۷

آن کیست که جسم ملک را جان باشد
آن کیست که پسر سلیمان باشد

آن کیست که انجمن به فرمان باشد
کس نیست ، مگر کلبِ علی خاں باشد

۱۸

در دیدهٔ آن که محورِ رخ و یاس است
خاک است اگر نعل و گرِ الهاس است

آی دل که ز دهر بود آزاد کنوں
در بندِ محبتِ لراپن داس است

۱۹

بر چند خورد ز قلبِ مے بست شود
وز ضحیٰ خورد و ہم قوی دست شود

بر کسی که خورد دارد ، ازین جوهر ناب
آن مایه چرا خورد که بدست شود

۲۰

حق داده به سید از پیش انعامش
فرخ پسرے که واجب است اکرامش

تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش
ارشاد حسین خاں که باشد نامش

۲۱

یک روز به ترکِ پادہ گوئی غالب
رخ روزِ دیگر به پادہ شوقی غالب

ذین توبہ بے بقا چه جوقی غالب
توبہ تب توبہ است گوئی غالب

۲۲

گردیدہ نہاں سہر جہانناب دریغ
شد تیرہ جہاں بہ چشم احباب دریغ
ایں واقعہ را ز روئے زاری غالب
تاریخ رقم کرد کہ ”نواب دریغ“

۲۳

نوروز و دو عید از دو جانب اسال
خوب است ز روئے وضع و نیک است بہ مال
امید کہ ایں سہ عید بہ نذر نواب
آوند دوام عمر و عز و اقبال“

۲۴

داد و دہش تو روز افزون ہادا
بر دولت تو زمانہ مقنون ہادا
ایں عید و دو صد ہزار عید دیگر
بر ذات تو فخر و بہائون ہادا“

۱ - نواب میر جعفر علی خاں بہادر سورتی کی وفات پر یہ رباعی کہی گئی اور ”آردوئے معلیٰ“ سے منقول ہے - ”نواب دریغ“ کے اعداد ۱۲۷۳ بتتے ہیں - ان میں ”ز“ (روئے زاری) کے سات جمع کیے تو ۱۲۸۰ ہوتے -

۲ - منقول از مکاتیب غالب (صفحہ ۹۱)

۳ - مکاتیب غالب (صفحہ ۱۰۱)

۲۵

مرقا سر دهر عشقستان تو باد
صد رنگ گلِ طرب به دامنِ تو باد
عید است و چهار خرمی با دارد
جانِ من و صد جو من به قربانِ تو باد

۲۶

ای کرده به مهر زلفشانی تعلیم
پیدا ز کلاهِ تو شکوهِ دریم
بادا به تو فرخنده ز یزدانِ کریم
پروانگیِ جدیدِ اقطاعِ قدیم

۲۷

لواب که شد ز شوکت و اقبالش
بخشیدنِ باج غله از انقبالش
فارغ شده بر کس و روداد فراغ
هم "فارغ" و هم "فراغ" باشد سالش